ملّتِ اِسلامیّہ کا علمی اور اصلاحی مجلّہ

ماہنامہ محدّث لاہور پاکستان

مُدیرِ اعلیٰ

ڈاکٹر حافظ عبدالرحمٰن مدنی

401 | اکتوبر 2025

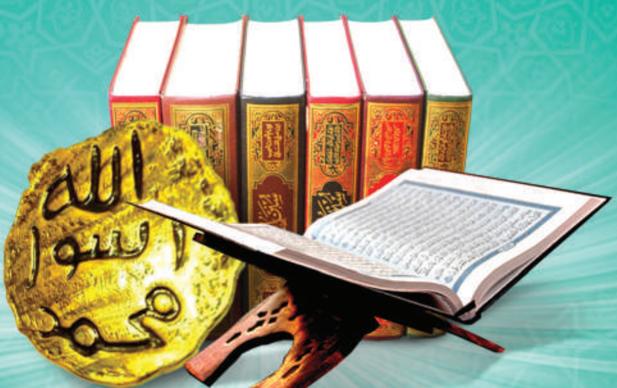

مجلس التحقیق الاسلامی

اعلان داخلہ

SESSION FALL 2025

The Islamia University of Bahawalpur

زیر سرپرستی
ڈاکٹر حافظ عبدالرحمن مدنی

زیرنگرانی
ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی

بیاد
محدث العصر حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ
شیخ التفسیر حافظ محمد حسین روپڑی رحمہ اللہ

جامعۃ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ)

کے شعبہ المعهد العالي للعلوم الاجتماعية

لاہور انسٹیٹوٹ فار سوشل سائنسز

Lahore Institute For Social Sciences

اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے الحاق شدہ

درس نظامی + 4سالہ بی ایس اسلامک سٹڈیز

ریگولر کلاسز (برائے طلباء وطالبات)

عالیہ /بی اے کی سند کے حاملین کے لیے ڈائریکٹ 5th سمسٹر میں داخلہ جاری ہے۔

اہلیت: FSC, ICS, FA یا کسی بھی وفاق سے ثانویہ خاصہ کیا ہو۔

مدارس سلفیہ میں درس نظامی + وفاق المدارس اور ریگولر بی ایس اسلامک سٹڈیز کروانے والا پہلا ادارہ

اس وقت ادارہ میں بی ایس اسلامک اسٹڈیز کے 125 طلبہ وطالبات اپنی تعلیم جاری رکھے ہوئے ہیں۔

خصوصیات

- تعلیم کے ساتھ بہترین تربیت تاکہ علم کے ساتھ کردار بھی سنورے
- درسِ نظامی کے ساتھ ساتھ جدید عصری تعلیم کا حسین امتزاج
- بی ایس کی ڈگری جو تعلیمی و پیشہ ورانہ زندگی میں معاون ثابت ہو
- عربی زبان میں مہارت کے لیے خصوصی توجہ
- قرآن و حدیث کا گہرا فہم اور فقہی بصیرت
- آرام دہ پر سکون تعلیمی ماحول
- وسیع و عریض شاندار بلڈنگ

برائے رابطہ: 0321 2637163
0304 4328010

لاہور انسٹی ٹیوٹ فار سوشل سائنسز (البیت العتیق کیمپس)
ہیڈ آفس 91 بابر بلاک نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

وائس پرنسپل ڈاکٹر حافظ شاکر محمود

LAHORE INSTITUTE FOR SOCIAL SCIENCES

ملّتِ اِسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلّہ

مُحدّث

لاہور پاکستان

جلد 56 | اکتوبر 2025ء / ربیع الثانی ۱۴۴۷ھ | عدد 05

مُدیر اعلیٰ: ڈاکٹر حافظ عبدالرحمن مدنی حفظہ اللہ

مُدیر منتظم: ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی

مُدیر: ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

مجلس مشاورت

▪ مولانا ارشاد الحق اثری ▪ حافظ ثناء اللہ زاہدی ▪ حافظ مسعود عالم ▪ حافظ محمد شریف
▪ حافظ عبدالستار حماد ▪ ڈاکٹر حافظ حسن مدنی ▪ ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد ▪ حافظ محمد امین محمدی

مدیر معاون

عبدالرحمن عزیز

4131740-0308

مینیجر

محمد اصغر

4600861-0305

زرسالانہ =/600 روپے

فی شمارہ =/100 روپے

بیرون ملک

زرسالانہ =/30 ڈالر

فی شمارہ =/5 ڈالر

Monthly Muhaddis
A/c No: 984-8
UBL-Model Town
Bank Squre Market, Lahore.

دفتر کا پتہ

99 جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700

042-35866396, 35866476

Email:
Mohaddislhr@gmail.com

Publisher:
Hafiz Abdur Rahman Madni

Printer:
Shirkat Printing Press, Lahore.

فہرست مضامین

فکر و نظر — اداریہ
قطر پر اسرائیلی جارحیت، مسلم ممالک کی سالمیت پر سوالیہ نشان — 4

محدث فتاویٰ — حافظ حبیب الرحمن مدنی
آن لائن کاروبار کے شرعی اصول وضوابط — 11

شعائراللہ — علامہ ابتسام الٰہی ظہیر
دفاعِ شعائر اللہ سیمینار — 15

شعائراللہ — علماء اسلام کا متفقہ اعلامیہ
کُل جماعتی اعلامیہ دفاعِ شعائر اللہ — 19

تحقیق و تنقید — پروفیسر محمد رفیق
مولانا اصلاحی کی تفسیر "تدبر قرآن" میں فکری تضادات وتناقضات — 39

احکام و مسائل — ڈاکٹر عبیدالرحمن محسن
مساجد کی شرعی حیثیت اور چند غور طلب پہلو — 44

فکرومنہاج — ڈاکٹر طاہر اسلام عسکری
محدث عبد العزیز رحیم آبادیؒ اور ان کی تصنیف حُسن البیان — 51

سوانح — ڈاکٹر حافظ ابو عمرو
محدث عبد الوکیل ہاشمی کا سانحۂ ارتحال — 64

Islamic Research Council

مُحدّث کتاب وسُنّت کی روشنی میں آزادانہ بحث وتحقیق کا حامی ہے، ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کُلّی اتّفاق ضروری نہیں!

مشترکہ مسلم فوج کا اسلامی نظریہ اور وطن عزیز کے لیے پاسبان حرم کا اعزاز

پچھلے دنوں پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان دفاعی معاملات میں تعاون اور سلامتی سے متعلق 'باہمی دفاع کا سٹریٹجک معاہدہ' ہوا ہے جس کے تحت 'کسی ایک ملک کے خلاف بیرونی جارحیت کو دونوں ملکوں کے خلاف جارحیت تصور کیا جائے گا'۔ پاکستان کے ساتھ سعودی عرب کا یہ نیا مشترکہ دفاعی معاہدہ 'تقریباً آٹھ دہائیوں پر محیط تاریخی شراکت داری، بھائی چارے اور اسلامی یکجہتی کے بندھن پر مبنی ہے۔ یہ دونوں ممالک کے درمیان مشترکہ سٹریٹجک مفادات اور قریبی دفاعی تعاون کا بھی عکاس ہے۔

اس معاہدے کا خاص پہلو یہ ہے کہ یہ ایسے وقت میں ہوا ہے جب خطہ اور عالمی برادری انتہائی پیچیدہ سیاسی صورتحال سے گزر رہی ہے۔ اس مشترکہ دفاعی معاہدے کے بعد خطے پر اس کے اثرات اور بین الاقوامی سیاست میں اس کے مضمرات کا معاملہ عالمی سطح پر موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ بعض مبصرین کا خیال ہے کہ یہ سٹریٹجک معاہدہ طاقت کے علاقائی توازن میں ایک بڑی تبدیلی کا باعث بن سکتا ہے اور خطے سے متعلق اسرائیل کی حکمت عملی کو بھی متاثر کر سکتا ہے۔

پاکستان واحد مسلم ملک ہے جس کے پاس جوہری ہتھیار ہیں اور سعودی عرب مالی اور معاشی اعتبار سے مضبوط ہے۔ بلومبرگ کے مطابق، سعودی فنڈ فار ڈویلپمنٹ پاکستان میں معدنیات اور پیٹرولیم کے شعبوں میں اربوں ڈالر کی سعودی سرمایہ کاری کرنے اور پاکستان کے مرکزی بینک میں اپنے ڈپازٹ دو ارب ڈالرز تک بڑھانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

یورپ کی ریاستیں ۱۹۴۸ء میں اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے "نیٹو" جیسے فوجی اتحاد پر جمع ہوئیں، پس مسلمانوں کے لیے بدرجہ اولیٰ لازم ہے کہ وہ اس طرح کے اقدامات کو امت کے اتحاد اور صفوں کی مضبوطی کا ذریعہ بنائیں۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"مومنوں کی آپس کی محبت، شفقت اور مہربانی کی مثال ایک جسم کی مانند ہے کہ اگر اس کا ایک عضو تکلیف میں ہو تو سارا جسم بے خوابی اور بخار میں اس کا ساتھ دیتا ہے۔"

سعودی عرب کے روحانی پیشوا، امام مفتی شیخ عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۸۹ء میں مسئلہ فلسطین کے حل کے لئے پلان پیش کرتے ہوئے کہا تھا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ...﴾ [الأنفال: ٦٠]

”جہاں تک ہو سکے اپنی طاقت کو جمع کریں اور اپنے اسلحہ کو تیار کریں“۔

”(اس کا عملی طریقہ یہ ہے کہ) ایک ایسا مشترکہ مضبوط متحد اور ہر طرح کے اسلحہ سے مالا مال اسلامی لشکر تشکیل دیا جائے جو سب مسلمانوں کی رضا سے بنائی ہوئے امین قیادت کے تابع ہو۔ یہ اسلامی لشکر تمام عربی و اسلامی ممالک کے وزراے دفاع اور سپہ سالاران پر مشتمل مجلس شوریٰ پر انحصار کرے۔ اس میں تمام مسلم ممالک کو شامل کرنے کی دعوت دی جائے تاکہ یہ مشترکہ اسلامی سپاہ مضبوط اساسات پر تشکیل اور ہر لحاظ سے دیکھی بھالی بنیادوں پر قائم ہو تاکہ ان کے پیش نظر مقاصد بخوبی پورے ہو سکیں۔ آپ سب حضرات پر ایسے عسکری اتحاد کے عظیم و وسیع فوائد اور شریعتِ اسلامیہ کی ہدایت و تعلیمات پر چلنے کی برکت کبھی مخفی نہیں۔[1]“

اسی عظیم پلان کے تحت سعودی عرب نے ۲۰۱۷ء میں، جنرل راحیل شریف کی قیادت میں اسلامی ممالک کا ۳۹ رکنی فوجی اتحاد بھی تشکیل دیا تھا، جو بعد میں شیعہ سنی نزاع کی نذر ہو گیا۔ اس سعودی وژن پر عرصہ دراز سے کام جاری تھا، جس کو مرحلہ وار اب حاصل کیا جائے گا۔ یہی مسلم امہ کے مسائل کا حل ہے۔

فریقین کو اس حوالے سے ہوشیار رہنا چاہیے کہ اس مبارک اقدام کو ہر طرف سے شبہات میں ڈالا جائے گا، خاص طور پر جو ممالک اس سے متاثر ہیں، مثلاً امریکہ، بھارت، اسرائیل اور ایران وغیرہ... لیکن ایک اہم ترین نقطہ آغاز ہونے کے ناطے اس میں ترقی اور بہتری کے بے پناہ اور قوی امکانات ہیں۔

جامعہ لاہور اسلامیہ، مملکتِ سعودی عرب اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مابین دفاعی حکمتِ عملی کے اس تاریخی معاہدے پر دستخط کو خوش آئند اور مبارک قدم قرار دیتی ہے۔ یہ عظیم اقدام درحقیقت تمام اسلامی ممالک کے درمیان ہمہ جہتی تعاون کے لیے نقطۂ آغاز ہے، تاکہ دین کی حفاظت، سرزمینوں کا دفاع اور امت کے مفادات کا تحفظ کیا جا سکے۔

---

۱ مجموع فتاویٰ الشیخ عبد العزیز بن باز: ٤/ ٢٩٥

سعودی عرب کو خدمت حرمین شریفین اور پاکستان کو حرمین شریفین کی حفاظت اور پاسبانی مبارک ہو۔ مذکورہ مبارک معاہدے کے تناظر میں آئندہ سے پاکستان کو پاسبان حرم سمجھنا اور لکھنا چاہیے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اس قدم کو امت کے لیے خیر وبرکت کا سبب بنائے، اور اسے ایک ہمہ گیر اسلامی اتحاد کی بنیاد قرار دے۔ (ڈاکٹر حافظ حسن مدنی)

قطر پر اسرائیلی جارحیت، مسلم ممالک کی سالمیت پر سوالیہ نشان

قومی حکومتوں (Nation States) کا خمار اتر رہا ہے اور دنیا میں بڑے بڑے بلاک ابھر رہے ہیں۔ ایک طرف امریکا، برطانیا اور یورپ ہیں تو دوسری طرف چین، روس اور کچھ ایشیائی ممالک۔ باہمی کشاکشی کے باوجود عالمی سطح پر دنیا ان دو حصوں میں واضح طور پر تقسیم ہو چکی ہے۔ قومی حکومتوں نے جان لیا ہے کہ بقا انفرادیت میں نہیں، اس لیے ہر ملک کسی نہ کسی بڑے بلاک کا حصہ بننا اپنے وجود کے لیے لازم خیال کر رہا ہے۔ مسلم بالخصوص عرب ممالک واضح طور پر امریکی بلاک کا حصہ رہے ہیں لیکن زمانہ گواہ ہے کہ امریکی دوستی ہمیشہ دشمنوں سے بڑھ کر نقصان دہ ثابت ہوئی۔

دوحہ، قطر میں اسرائیل کے حالیہ حملے سے نئے اور پرانے تمام زخم تازہ ہو گئے ہیں۔ ان حملوں میں مبینہ طور پر حماس کے چھے افراد شہید ہوئے ہیں جن میں خلیل الحیہ کے بیٹے بھی شامل ہیں، تاہم مرکزی قیادت کے محفوظ رہنے کی خبریں ہیں۔ یہ حملہ قطر کی خود مختاری اور علاقائی سالمیت پر ایک سوالیہ نشان ہے جس کا اظہار بجا طور پر اقوامِ متحدہ کے سیکریٹری جنرل انتونیو گوتریس نے بھی کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سعودی عرب، ترکی، متحدہ عرب امارات، ایران، عراق، پاکستان اور کویت سمیت کئی ممالک نے اس بلاجواز اشتعال انگیزی کی شدید مذمت کی ہے اور علاقے کے لیے عدم استحکام کا باعث قرار دیا ہے۔ عرب ممالک یقیناً جانتے ہیں کہ امریکا کے اسلحے اور اس سے کیے گئے دفاعی معاہدے مسلمانوں کو باہمی جنگوں میں اتارنے کے لیے تو کارگر ہیں لیکن خود امریکا اور اس کے بغل بچے اسرائیل کے خلاف ان کی کوئی حیثیت نہیں اور اگر اب بھی نہیں جان پائے تو شاید ہی وہ کبھی جان پائیں۔ اس حملے کے بعد امریکا اور قطر کے تعلقات پر بھی ایک بہت بڑا سوالیہ نشان اٹھ کھڑا ہوا ہے، جہاں امریکا کا سب سے بڑا فوجی اڈا موجود ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ آیا قطر امریکا کے ساتھ اپنے تعلقات پر نظر ثانی کرے گا یا نہیں؟ اگر اب بھی علاقے کی سلامتی سے متعلق امریکی ضمانت کو کافی سمجھا گیا تو یہ تاریخی غلطی

شمار کی جائے گی۔ یہ حملہ قطر کی ثالثی کوششوں پر بھی پانی پھیرنے کو کافی ہے حالاں کہ قطر کا کردار ہمیشہ ثالثی کا رہا ہے؛ امریکا طالبان کے درمیان ثالثی ہو یا حماس اور اسرائیل کے درمیان، قطر کی کوششیں ہمیشہ قابلِ ستایش رہی ہیں۔ مذاکرات کرنے والوں کا قتل مذاکرات کی تمام کوششوں کو صفر کرنے کے مترادف ہے؛ باوجودے کہ اس سے قبل اسرائیل اپنا کوئی بھی قیدی مذاکرات کے بغیر چھڑوا نہیں سکا۔ اس سے زمین پر چلتی چیونٹی کو دیکھنے کی ٹکنالوجی کا پول کھلنے کے ساتھ ساتھ اسرائیل کے ناقابلِ شکست تصور کیے جانے کا خیال بھی چکنا چور ہو جاتا ہے۔ اس صورت حال میں سب سے اہم سوال ان معاہدوں کی بقا کا ہے جو ابراہم اکارڈ کے نام سے عرب اسرائیل تعلقات کو مضبوط کرتے ہیں۔ آیا اب بھی یہ تعلقات پروان چڑھیں گے یا قطر حملے سے عرب کچھ سیکھ پائے ہیں؟

ایران پر اسرائیلی حملے کے بعد جوابی کارروائی سے اسرائیل کے آئرن ڈوم کی حقیقت بھی کافی حد تک آشکارا ہو گئی ہے، اس لیے اس سے ڈرنے کے بجائے جرأت مندانہ اقدام کی ضرورت ہے۔ ان حالات میں کم زوری دکھانا مستقبل میں مستقل ذلتوں اور رسوائیوں کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ اقدام کسی ملک کی انفرادی حیثیت کے بجائے امت کی سطح پر کیا جانا چاہیے اور اس کی واحد صورت یہی ہے کہ اسلامی ممالک مشترکہ پلیٹ فارم پر جمع ہوں؛ ایک ایسا پلیٹ فارم جو اسلامی ممالک کے دفاع کے ساتھ ساتھ اسلامی مقبوضات کو واپس لینے اور امت کے مفادات کے تحفظ کا ضامن بھی ہو۔ اس سے قبل اگرچہ مسلمانوں کی ایک تنظیم او آئی سی موجود ہے لیکن وہ ایک نام سے بڑھ کر شاید کچھ بھی نہیں: ﴿اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ﴾۔

قطر پر اسرائیلی حملہ بجا طور اقوامِ عالم کی بے توقیری ہے؛ مزید یہ کہ اقوامِ متحدہ اور اس کے قوانین کو بھی جوتے کی نوک پر رکھا گیا ہے۔ اس سب پر مستزاد محض انسانی بنیادوں پر دیکھا جائے تو میزبان، ثالث اور امن کی کوشش کرنے والے پر حملہ اس حقیقت پر مہر ثبت کرتا ہے کہ اس کا علاج طاقت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کے اسی کردار کے پیش نظر کوہِ طور ان پر بلند کر کے ان سے وعدہ لیا تھا جس میں اس بات کی طرف رہ نمائی ہے کہ یہ قوم صرف طاقت کی زبان سمجھتی ہے:

﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾

(البقرۃ:۶۳)

قطر کانفرنس میں (منعقدہ ۱۵ ستمبر ۲۰۲۵ء) ملائیشیا کے وزیر اعظم انور ابراہیم نے بجا طور سے یہ جرأت مندانہ اعلان کیا ہے مذمت سے نہ تو میزائل رکیں گے، نہ ہی سرزمین عزیمت آزاد ہو گی؛ غاصب اسرائیل کو

اس کے جرائم پر سخت سزاؤں کی ضرورت ہے۔ وزیر اعظم پاکستان میاں محمد شہباز شریف نے بھی کہا ہے کہ اسرائیل کو اس کے انسانیت سوز جرائم کی پاداش میں فوری سزا دینے کی ضرورت ہے اور ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کی اقوام متحدہ کی رکنیت معطل کی جائے۔

اس حملے کے نتیجے میں مشرق وسطیٰ میں امریکی بلاک کو نقصان پہنچنے کے واضح امکانات ہیں؛ البتہ ایک تیسرے بلاک کی امید کی کرن بھی دکھائی دے رہی ہے اور وہ ہے "مسلم بلاک"۔ یہ اتحاد ہی اسرائیل کی خود سری، متکبرانہ اقدامات، انسانیت کے ساتھ بہیمانہ سلوک اور وحشیانہ پیش قدمی کو لگام ڈالنے کا واحد راستا ہے؛ یہ راستا عزت و توقیر کا راستا ہے۔ اس سے جہاں سلامتی کو درپیش خطرات سے نبٹنا ممکن ہو سکتا ہے، وہاں باہمی تجارت کے ذریعے معاشی مشکلات پر بھی قابو پایا جا سکتا ہے۔ یہی وہ راستا ہے جو ملتِ اسلامیہ کو عالمی اوباشوں کے شکنجوں سے نجات دلا سکتا ہے۔ (ڈاکٹر جواد حیدر)

سیلاب کی آزمایش اور ہماری ذمہ داریاں

اس سال وطنِ عزیز نے بارشوں کا ایک ایسا موسم دیکھا جو گذشتہ کئی دہائیوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ شدید اور طویل تھا۔ جولائی اور اگست میں ہونے والی غیر معمولی بارشوں نے سندھ، بلوچستان، جنوبی پنجاب اور خیبر پختونخوا کے بعض اضلاع کو بری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ دریا بپھر گئے، پشتے ٹوٹ گئے، بند بکھر گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں بستیاں پانی میں ڈوب گئیں۔ لاکھوں افراد بے گھر ہوئے؛ کھڑی فصلیں تباہ ہو گئیں؛ مویشی بہہ گئے اور مال و اسباب کا اتنا بھاری نقصان ہوا جس کا ازالہ برسوں میں بھی مشکل نظر آتا ہے۔ یہ مناظر دل کو دہلا دینے والے ہیں۔ اہلِ ایمان کے لیے یہ محض ایک قدرتی حادثے سے بڑھ کر ایک لمحۂ فکریہ ہے جو ہمیں متوجہ کرتا ہے کہ ہم جہاں اس کے طبعی اسباب و عوامل کو سمجھنے کی کوشش کریں، وہیں اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی پر بھی نظر ڈالیں اور یہ سوچیں کہ ان حالات میں ہمارا رویہ کیا ہونا چاہیے۔

ماہرینِ موسمیات متفق ہیں کہ حالیہ سیلاب محض ایک اتفاقی حادثہ نہیں ہے بل کہ عالمی ماحولیاتی تبدیلیوں (Climate Change) کا براہِ راست نتیجہ ہے۔ گلوبل وارمنگ نے بارشوں کے پیٹرن کو بدل دیا ہے؛ درجۂ حرارت میں اضافے اور گلیشیئرز کے پگھلنے سے ہمارے دریاؤں میں غیر متوقع طغیانی پیدا ہوئی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ تلخ حقیقت بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ بھارت اپنے آبی ذخائر اور ڈیموں کو بہ طور ہتھیار

استعمال کرتا ہے۔ وہ جب چاہے پانی روک لیتا ہے اور جب چاہے اچانک چھوڑ دیتا ہے جس کے نتیجے میں ہمارے دریا مزید بپھر جاتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل بد دیانتی ہی نہیں، آبی دہشت گردی ہے جو ہمارے کسانوں، ہماری معیشت اور ہمارے شہروں کے لیے مستقل خطرہ بنی ہوئی ہے۔

خارجی اسباب کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ایک کڑوا سچ ہے کہ ان بارشوں کے نقصانات میں ہمارے اپنے اجتماعی رویوں کا بڑا دخل ہے۔ ہم نے برساتی نالوں کو بند کر کے رہایشی اسکیمیں کھڑی کر لیں؛ دریا کے کناروں پر تجاوزات قائم کر دیں؛ جنگلات کاٹ ڈالے اور نکاسیِ آب کا مناسب انتظام نہ کیا۔ یوں جو بارشیں قدرتی طور پر زمین کو سیراب کرنے اور رحمت بننے کے لیے آتی ہیں، وہ ہماری غلط منصوبہ بندی کے باعث آفت بن جاتی ہیں۔ یہ منظرنامہ ہمیں متنبہ کرتا ہے کہ اگر ہم نے اپنی شہری اور زرعی منصوبہ بندی میں فوری اصلاح نہ کی تو آنے والے برسوں میں ایسی آفات مزید تباہ کن ثابت ہوں گی۔

اہلِ ایمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ان آفات کو محض سائنسی زاویے سے نہ دیکھیں بل کہ اُن میں ربانی حکمت کو بھی تلاش کریں۔ قرآن مجید ہمیں یاد دلاتا ہے کہ زمین و آسمان میں کوئی حادثہ بلا سبب نہیں ہوتا؛ یہ سب اللہ کے اذن سے ہے۔ یہ آفات کبھی آزمایش ہوتی ہیں تاکہ صابرین کو پرکھا جائے اور کبھی تنبیہ کہ انسان اپنی غفلت سے جاگے اور اپنی کوتاہیوں کا جائزہ لے۔ قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ زمین پر مختلف قسم کے بگاڑ انسانی اعمال کا نتیجہ ہوتے ہیں:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۴۱﴾ (الروم: ٤١)

”خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے تاکہ خدا اُن کو اُن کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے؛ عجب نہیں کہ وہ باز آجائیں۔“

یہ الفاظ ہمیں متنبہ کرتے ہیں کہ اجتماعی گناہوں اور بداعمالیوں کے اثرات صرف اخروی سزا تک محدود نہیں رہتے، وہ دنیا میں بھی ظاہر ہوتے ہیں اور ان کا مقصود خدا کی طرف لوٹنے کی دعوت دینا ہے۔ اس لیے ان سیلابوں کو ہمیں محض قدرتی حادثہ نہیں سمجھنا چاہیے بل کہ خدائی تنبیہ سمجھ کر اپنے اعمال اور اجتماعی رویوں کا جائزہ لینا چاہیے۔ یہ وقت دلوں کو خدا کی طرف متوجہ کرنے، دعا اور استغفار میں لگنے اور اپنی زندگیوں میں خدا کی اطاعت کو مرکزی حیثیت دینے کا ہے۔

اس وقت سب سے پہلا فریضہ یہ ہے کہ ہم متاثرہ اہل وطن کی فوری مدد کے لیے آگے بڑھیں۔ لاکھوں

خاندان بے گھر ہو چکے ہیں جنھیں کھانے، پینے کے پانی، کپڑوں، علاج اور محفوظ پناہ گاہوں کی ضرورت ہے۔ یہ حکومت یا چند اداروں ہی کی ذمہ داری نہیں ہے بل کہ ہر صاحبِ حیثیت مسلمان کا دینی و اخلاقی فرض ہے کہ وہ ایثار و ہمدردی کا پیکر بن کر اپنے مال اور وقت میں سے حصہ نکالے اور ان مصیبت زدہ ہم وطنوں کے دکھ درد میں شریک ہو۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ بحالی کے کام وقتی نہ ہوں بل کہ پائے دار ہوں؛ متاثرین کو از سرِ نو آباد کیا جائے؛ ان کے روزگار کا بندوبست ہو اور ان کے بچوں کی تعلیم کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا جائے۔

ان عملی اقدامات کے ساتھ ساتھ ہمیں اجتماعی توبہ کی طرف بھی متوجہ ہونا چاہیے۔ ہماری عدالتوں، بازاروں، دفاتر اور گھروں میں جو بے انصافی، جھوٹ، دھوکا اور کرپشن عام ہے، اسے ختم کرنے کی سنجیدہ کوشش کرنا ہی اصل رجوع الی اللہ ہے۔ یہی رجوع آفات کے رخ کو رحمت میں بدل سکتا ہے۔

ان کڑے وقتوں میں ایک خوش آیند پہلو یہ ہے کہ اسلامی رفاہی تنظیمیں، دینی ادارے اور ہزاروں دین دار نوجوان خدمتِ خلق کے جذبے کے ساتھ میدانِ عمل میں پیش پیش ہیں۔ کہیں کھانا اور راشن فراہم کیا جا رہا ہے؛ کہیں خیمے لگ رہے ہیں؛ کہیں میڈیکل کیمپس قائم ہو رہے ہیں اور کہیں سیلاب زدہ علاقوں میں کشتیوں کے ذریعے امدادی سامان پہنچایا جا رہا ہے۔ یہ وہی دینی غیرت اور ایمانی حرارت ہے جو ایک زندہ امت کی پہچان ہے۔ ان کا یہ کردار نہ صرف مصیبت زدگان کے لیے سہارا ہے بل کہ باقی قوم کے لیے بھی پیغام ہے کہ جب امت اجتماعی طور پر کسی خیر کے کام کے لیے اُٹھتی ہے تو اللہ کی مدد نازل ہوتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان کوششوں کو محض وقتی سرگرمی نہ رہنے دیں بل کہ مستقل خدمت اور رفاہی نظام کا حصہ بنائیں تاکہ ایسے بحرانوں میں قوم ہر بار نئے سرے سے ٹوٹنے نہ لگے بل کہ مضبوط ہو کر کھڑی ہو۔

ایمانی بصیرت کے روزن سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ سیلاب ایک عمومی سانحہ نہیں ہے بل کہ ایک پیغام ہے۔ یہ ہمیں متنبہ کرتا ہے کہ ہم اپنی اجتماعی زندگی کے ہر شعبے پر غور کریں اور دیکھیں کہ کہاں کہاں ہم نے اللہ کے احکام سے روگردانی کی ہے۔ یہ آزمایش ہمیں تباہ کرنے اور مٹانے کے لیے نہیں بل کہ ہمیں متنبہ کرنے کے لیے آئی ہے۔ اگر ہم نے اسے نظر انداز کیا تو شاید آیندہ اس سے بھی سخت آزمایشیں ہمیں اپنی لپیٹ میں لے لیں۔ لیکن اگر ہم نے اس سے سبق سیکھا تو یہی مصیبت ہمارے لیے خیر کا سبب بن سکتی ہے۔ آج ہمیں یہ عہد کرنا ہو گا کہ ہم سیلاب زدگان کی مدد میں پیچھے نہیں رہیں گے؛ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو احکامِ خداوندی کی اطاعت کے سانچے میں ڈھالیں گے اور اپنی آنے والی نسلوں کے لیے ایک محفوظ اور رحمت بھرا پاکستان چھوڑیں گے۔

(ڈاکٹر حافظ محمد زبیر)

آن لائن کاروبار کے شرعی اصول وضوابط

مرتب: حافظ حبیب الرحمن مدنی[1]

سونے اور چاندی کے آن لائن کاروبار کا حکم

سوال

کیا سونا اور چاندی اور آرٹیفیشل جیولری کا کاروبار آن لائن کیا جا سکتا ہے؟ مثلاً کسٹمر چیز کو آن لائن پسند کرتا ہے، پھر اس کا آرڈر دیتا ہے۔ وہ چیز کی قیمت آن لائن بنک میں ٹرانسفر کر دیتا ہے اور ہم اس کی مطلوبہ چیز اس تک پہنچا دیتے ہیں۔ کیا اس ساری صورتحال میں یہ کاروبار کرنا درست ہو گا؟

جواب

الحمد لله، والصلاة والسلام علىٰ رسول الله، أما بعد!

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ ، فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ[2].

”سونے کے عوض سونا، چاندی کے عوض چاندی، گندم کے عوض گندم، جو کے عوض جو، کھجور کے عوض کھجور اور نمک کے عوض نمک (کالین دین) مثل بمثل، یکساں، برابر برابر اور نقد بنقد ہے۔ جب اصناف مختلف ہوں تو جیسے چاہو بیع کرو بشرطیکہ وہ دست بدست ہو۔“

جس طرح سونا اور چاندی میں سود جاری ہوتا ہے، ایسے ہی نقدی میں بھی سود جاری ہوتا ہے۔ یعنی اگر سونے کا سونے سے تبادلہ کیا جائے، یا چاندی کا چاندی سے تبادلہ کیا جائے، اسی طرح پاکستانی روپے یا کسی اور

---

1 فاضل مدینہ یونیورسٹی

2 صحیح مسلم: ۱۵۸۷

کرنسی کا اس جیسی کرنسی سے تبادلہ کیا جائے، تو اس کے حلال ہونے کے لیے دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

① برابری (دونوں طرف سے سونا، چاندی اور نقدی کا برابر ہونا)

② فوری قبضہ میں لینا (یعنی مجلس عقد میں ہی دونوں طرف سے سونا، چاندی اور نقدی ایک دوسرے کے حوالے کر دی جائے)

③ اگر سونے کا تبادلہ چاندی سے، یا نقدی کے بدلے سونا یا چاندی لی جائے، مجلس عقد ہی میں فوری قبضہ لینا ضروری ہے۔

اس لیے سونا اور چاندی کی خرید و فروخت کے وقت مجلس عقد میں ہی دکاندار کے لیے نقدی اور خریدنے والے کے لیے سونا یا چاندی فوری قبضہ میں لینا ضروری ہے۔ اگر نقدی ادا کر دی گئی ہے، لیکن سونا یا چاندی کی ادائیگی میں تاخیر ہوئی تو یہ سود ہے، جو حرام اور ناجائز ہے۔ ایسے ہی اگر سونا یا چاندی کی ادائیگی کر دی گئی، لیکن نقدی کی ادائیگی میں تاخیر ہوئی، تو سود ہو گا۔

اگر کسٹمر سونا یا چاندی سے بنی کسی چیز کو آن لائن پسند کرتا ہے۔ پھر اس چیز کی قیمت آن لائن بنک اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر کے آرڈر کر دیتا ہے۔ آن لائن کمپنی کا مالک مطلوبہ چیز کسٹمر تک مکمل حفاظت سے پہنچا دیتا ہے۔ تو چونکہ سونا یا چاندی کی ادائیگی میں تاخیر ہوئی ہے، اس لیے خرید و فروخت کا یہ طریقہ ناجائز اور حرام ہے۔

سونا اور چاندی کے آن لائن کاروبار کا جائز طریقہ یہ ہے کہ کسٹمر آن لائن کوئی چیز پسند کرے اور وعدہ کر لے کہ وہ فلاں چیز خریدنے میں رغبت رکھتا ہے۔ پھر آن لائن کاروبار کرنے والی کمپنی کا نمائندہ اس کسٹمر کے پاس جائے۔ اسے اس کی پسندیدہ چیز دکھائے، اگر وہ اسے خریدنا چاہے، تو خرید لے، خریدنے کی پابندی نہ ہو۔ اگر وہ خرید لیتا ہے تو آپ کا نمائندہ وہ چیز اس کے حوالے کر کے اسی مجلس میں اس سے قیمت وصول کر لے۔

آرٹیفیشل جیولری چونکہ سونا یا چاندی نہیں ہے، اس لیے اس کی خرید و فروخت میں فوری قبضہ لینا شرط نہیں ہے۔ اس کا آن لائن کاروبار شریعت کے بیان کردہ اصولوں کا لحاظ کرتے ہوئے درست ہو گا۔

والله أعلم بالصواب.

محدث فتویٰ کمیٹی

فضیلۃ الشیخ جاوید اقبال سیالکوٹی حفظہ اللہ | فضیلۃ الشیخ عبد الخالق حفظہ اللہ

فضیلۃ الشیخ رمضان سلفی حفظہ اللہ | فضیلۃ الشیخ عطاء الرحمن علوی حفظہ اللہ

دفاعِ شعائراللہ سیمینار

علامہ ابتسام الٰہی ظہیر

پاکستان ایک نظریاتی اسلامی ریاست ہے جس کی بنیاد کلمۂ طیبہ ہے۔ تحریک پاکستان کے قائدین نے برصغیر کے طول وعرض میں ایک ہی نعرہ لگایا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ۔ قیام پاکستان کے لیے لاکھوں لوگوں نے ہجرتیں کیں' اپنے گھربار کو خیرباد کہا، ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کی عزتوں پر حملے ہوئے، کثیر تعداد میں نوجوانوں نے اپنی جانوں کی قربانیاں دیں پھر جاکر پاکستان کا قیام ممکن ہوا۔ قیام پاکستان کے بعد ملک کے اسلامی تشخص کو واضح کرنے کے لیے آئینی سطح پر بھرپور جدوجہد کی گئی، بالآخر پاکستان کا آئین اسلام کے سانچے میں ڈھالا گیا۔ اس وقت پاکستان کا آئین کتاب وسنت کی عملداری کی ضمانت دیتا ہے۔ قراردادِ مقاصد میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی غیر مشروط حاکمیت کو تسلیم کیا گیا ہے اور عوام کی حکمرانی کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکامات کے تابع قرار دیا گیا۔ آئین پاکستان کی بعض شقیں ایسی ہیں جن کا تعلق نبی کریم ﷺ کی حرمت اور ختم نبوت کے ساتھ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مقدسات اور شعائر اسلامیہ کی ناموس کے تحفظ کے لیے بھی پاکستان میں قانون سازی کی گئی ہے۔ چنانچہ پاکستان کے قوانین میں ۲۹۵ سے لے کر ۲۹۸ تک کئی شقیں ہیں جو مقدسات کی ناموس کے تحفظ کی ضمانت دیتی ہیں۔ پاکستان کے آئین میں ۲۹۵ سی کی شق ایک ایسا قانون ہے جس میں ناموسِ رسالت کے تقدس کو تحفظ دیا گیا ہے۔

ستمبر ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ جو نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کو تسلیم نہیں کرتا، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام اور مقدسات کی ناموس کے تحفظ کے لیے بھی پاکستان میں قانون سازی کی جاچکی ہے۔ تاہم ''ناموس صحابہ واہلِ بیتؓ بل'' جس کے مطابق صحابہ کرام و اہل بیت رضی اللہ عنہم کی ناموس پر حملہ کرنے والے کی سزا ۱۰ سال ہونی چاہیے، کو ملک کے قانون کا حصہ بنانے کے لیے جدوجہد تاحال جاری وساری ہے۔

عالمی ضمیر انسانوں اور اداروں کی حرمت کو تسلیم کر چکا ہے۔ چنانچہ ہتک ِعزت اور توہین عدالت کے

قوانین بنائے گئے ہیں کہ بعض لوگ جو ضابطے اور اخلاق کی پابندی کو قبول نہیں کرتے، ان کو ان قوانین کے ذریعے پابند بنایا جاسکے؛ چنانچہ مشرق و مغرب میں اگر کوئی شخص کسی بھی انسان کی کردار کشی کرتا ہے تو اس کو اپنے دفاع کی جنگ لڑنے کا مکمل حق حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح عدالتوں کی توہین کے حوالے سے بھی احتسابی عمل جاری و ساری ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب عالمی ضمیر نے انسانوں اور اداروں کی ناموس کی اہمیت کو تسلیم کیا تو نبی کریم ﷺ کی حرمت کو تسلیم کرنا بھی انتہائی ضروری ہے۔ موجودہ دنیا میں تہذیبوں کے تصادم کو روکنے کے لیے نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی حرمت اور ناموس کو تسلیم کرنا وقت کا اہم ترین تقاضا ہے اور اس پر کسی بھی قسم کے سمجھوتے کی کوئی گنجائش نہیں۔ بین الاقوامی سطح پر بعض عاقبت نااندیش عناصر نبی کریم ﷺ کی ناموس کے بارے میں جس نامناسب رویے کا اظہار کرتے ہیں وہ کسی بھی طور پر قابلِ قبول نہیں۔ اس طرح کے واقعات سے جہاں مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں وہیں ماورائے عدالت اقدامات کے امکانات بھی پیدا ہوتے ہیں۔ بدنصیبی سے پاکستان میں وقفے وقفے سے ایسی باتیں اور مؤقف سننے کو ملتے رہتے ہیں جن کا مقصد حرمتِ رسالت اور ختم نبوت سے متعلقہ قوانین کو مجروح کرنا ہوتا ہے لیکن اہلِ اسلام کی مشترکہ کاوشوں کے نتیجے میں یہ سازشیں کبھی بھی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکیں۔ دینی تحریکوں، اداروں اور جماعتوں نے ان سازشوں کے تانے بانے بُننے والوں کو ہمیشہ ناکام اور نامراد کیا ہے۔

اسی مناسبت سے مرکز قرآن وسنہ لارنس روڈ، لاہور میں قرآن سنہ موومنٹ کے زیر اہتمام کل جماعتی دفاعِ شعائر اللہ سیمینار کا انعقاد کیا گیا جس میں محترم لیاقت بلوچ صاحب، امیر العظیم صاحب، معتصم الٰہی ظہیر صاحب، مولانا حافظ مسعود عالم صاحب، مولانا محمد شفیق مدنی صاحب، مفتی عبد الرحمان عابد صاحب، قیصر احمد راجہ صاحب، عبد الوارث گل صاحب، مولانا اختر علی محمدی صاحب، ابوبکر قدوسی صاحب، ڈاکٹر حسن مدنی صاحب، ڈاکٹر حمزہ مدنی صاحب، ڈاکٹر انس نضر صاحب، مولانا عبد الغفار اعوان صاحب، مولانا عبد الغفار روپڑی صاحب، علامہ غلام مصطفی ظہیر امن پوری صاحب، مولانا محمد یوسف طیبی صاحب، مولانا زاہد الراشدی صاحب، مولانا اللہ وسایا صاحب، مفتی عاشق حسین صاحب، قیم الٰہی ظہیر صاحب، عبد القیوم ظہیر صاحب اور دیگر جید علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ نقابت کے فرائض ڈاکٹر شفیق الرحمان زاھد صاحب اور ڈاکٹر صلاح الدین صاحب نے انجام دیے۔ اس موقع پر مقررین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ C۲۹۵ ہماری ریڈ لائن ہے اور حرمت رسول ﷺ، ناموس صحابہ اور ناموس شعائر اللہ پر کسی بھی قسم کے سمجھوتے کی کوئی گنجائش موجود

نہیں۔ مقررین نے اس موقع پر نبی کریم ﷺ سے وابستگی اور آپ ﷺ کی ناموس اور حرمت کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کا عزم صمیم کیا۔

بلا سیفمی کیسز کے حوالے سے اسلام آباد ہائی کورٹ کے فیصلے میں جس طرح حقائق کو مسخ کیا گیا اور اس کیس کے حقائق کو چھپانے کے لیے ذرائع ابلاغ کو استعمال کیا گیا اس پر ایڈووکیٹ قیصر راجہ اور عبد الوارث گل صاحبان (جو اس کیس کا باقاعدہ حصہ ہیں) نے تفصیل سے روشنی ڈالی، تو بہت سارے علماء کرام اور اہل دانش نے برملا اعتراف کیا کہ اس کیس کی حقیقت حال کا ہمیں ابھی پتہ چلا ہے، تو ذرا سوچیے عوام کو کیونکر خبر ہو گی۔

اکابر علماء کی مشاورت سے اس موقع پر ایک اعلامیہ بھی پیش کیا گیا جس کی نظر ثانی کے فرائض مولانا ارشاد الحق اثری، مولانا عبد اللہ ناصر رحمانی، مولانا حافظ مسعود عالم، ڈاکٹر عبد الرحمان مدنی اور مولانا شفیق مدنی صاحبان نے انجام دیے اور ابھی تک الحمد للہ تمام مکاتیب فکر کے نوے سے زائد جید علماء اس کی توثیق کر چکے ہیں۔

مختلف مکاتب فکر کے جید علما اور دینی شخصیات کی نمائندگی نے سیمینار کو چار چاند لگا دیے اس دوران بعض اہم قرار دادیں پیش کی گئیں اور کئی اہم سفارشات پر اتفاق کیا وہ درج ذیل ہیں:

① توہینِ رسالت کے مرتکبین کی سہولت کاری اور قانونِ توہینِ رسالت کو غیر مؤثر بنانے کے لیے کی جانے والی کوئی بھی کوشش سنگین جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کی ہم نوائی ہے۔

② مسجد اقصیٰ اور اس کے گردونواح میں ہونے والے ظلم کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی نسل کشی کے ساتھ ساتھ مسجد اقصیٰ پر یہود کا تسلط ناقابلِ قبول ہے۔ دنیا بھر کی مساجد کے تقدس کی حفاظت اُمتِ مسلمہ اور مسلم حکمرانوں کی ذمہ داری ہے۔

③ ٹرانس جینڈر بل، عورت مارچ اور دیگر ذرائع سے پھیلائی جانے والی بے حیائی کی مذمت کرتے ہیں۔

④ پرائیویٹ یا سرکاری تعلیمی اداروں میں طلبہ پر تشدد قبول نہیں، ذمہ داران کا احتساب ہونا چاہیے۔

⑤ جرگے اور پنچایت کے حکم پر غیرت کے نام پر قتل کرنا ظلم وزیادتی ہے، جس کی ہم مذمت کرتے ہیں۔

قرآن وسنہ موومنٹ پاکستان کی طرف سے دفاعِ شعائر اللہ سیمینار میں پریس اور میڈیا کے لیے پیش کی جانے والی تجاویز وسفارشات

① تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ، دفاعِ صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم اور تعظیم شعائر اسلام کی جدوجہد واجباتِ شرعیہ میں سے ہے اور ہمارے ایمان کا تقاضا ہے۔

② رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین، تنقیص اور تعریض کرنا ملت اسلامیہ سے خارج ہونے کا سبب ہے، مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے اور وطن عزیز کے امن کو خراب کرنے کا باعث ہے۔

③ صحابہ کرام و اہلِ بیت عظام اور شعائرِ اسلام کی توہین، تنقیص اور تعریض کرنا صریحاً گمراہی اور بین المسالک فساد پیدا کرنے کی ناپاک کوشش ہے۔

④ حالیہ بلاسفیمی کیسز میں سازش کا سدباب کرنا پاکستانی مسلم حکومت کی ذمہ داری ہے۔

⑤ توہین ناموسِ رسالت کو روکنے کے لیے عالمی سطح پر اسے جرم تسلیم کروانے کے لیے حکومت کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

⑥ بلاسفیمی کیسز میں جن مجرموں کو سزا سنائی جا چکی ہے، ان پر فوری عمل کیا جائے۔

⑦ توہین مذہب سے متعلقہ زیرِ سماعت مقدمات کا فوری فیصلہ کیا جائے۔

⑧ جن مقدمات کے بارے میں شکوک وشبہات کا اظہار کیا جا رہا ہے ان کے بارے میں علماء کمیٹی کی موجودگی میں غور کر کے ان کے تحفظات کو دور کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

⑨ توہینِ رسالت کیسز کے ملزمان کو عدالت کے فیصلے سے پہلے گستاخ قرار دینا اور قتل کرنا شرعاً و قانوناً بہت بڑا جرم ہے۔

⑩ قانون توہینِ رسالت کو غیر مؤثر بنانے اور ترمیم کروانے کی کوشش کرنے والے عناصر کی اندرونی و بیرونی فنڈنگ کو بند کیا جائے اور سوشل میڈیا وغیرہ پر ایسے توہین آمیز مواد اور اس کو پھیلانے والے عناصر پر فوری پابندی لگائی جائے اور قرار واقعی سزا دی جائے۔

⑪ اس مسئلے کی غیر معمولی اہمیت کے پیشِ نظر بین المسالک "تحفظ شعائر اللہ فورم" قائم کر کے اس کی اہمیت و حیثیت کو اجاگر کیا جائے۔

⑫ حکومت سے اپیل کی جاتی ہے کہ اس مسئلے کی حساسیت کے پیش نظر اسی قدر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا جائے اور شعائر اللہ کی تعظیم و تقدیس کو یقینی بنایا جائے۔

سیمینار میں اکابر علما اور دینی جماعتوں کے رہنماؤں کے خطابات کو سامعین نے بڑی توجہ کے ساتھ سنا اور ہر شخص نے پختہ ارادہ کیا کہ زندگی کے آخری سانس تک دفاع شعائر اللہ کے لیے کی جانے والی کوششوں کی تائید جاری رکھی جائے گی۔ یوں یہ سیمینار اپنے جلو میں بہت سی اہم یادوں کو لیے اختتام پذیر ہوا۔

کُل جماعتی اعلامیہ دفاعِ شعائراللہ

علماء اسلام کا متفقہ اعلامیہ

مملکت اسلامیہ پاکستان میں پچھلے چند سالوں سے توہین مذہب اور اہانت رسول ﷺ کے واقعات میں اضافہ اور تسلسل دیکھنے میں آرہا ہے، جو اہل دانش کے لیے یقیناً تکلیف دہ امر ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق اس وقت مختلف عدالتوں میں توہین رسالت، توہین قرآن بلکہ اللہ تعالیٰ کی توہین کے کوئی چار سو کیس چل رہے ہیں جن میں سات سو سے زیادہ لوگ ملوث ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر تکلیف دہ امر یہ ہے کہ نظام، قانون اور عدالتیں ایسے مجرموں کو فیور دے رہی ہیں۔ اس چیز کو دیکھتے ہوئے مؤرخہ ۸ صفر ۱۴۴۷ھ بمطابق ۱۳ اگست ۲۰۲۵ء، بروز اتوار قرآن و سنہ موومنٹ پاکستان، جامعہ لاہور الاسلامیہ اور الحکمہ انٹر نیشنل کے اشتراک سے مرکز قرآن و سنہ (۵۳ لارنس روڈ) لاہور، میں ''رسول کریم ﷺ، صحابہ کرام واہل بیت عظام اور شعائر اسلامیہ کی توہین، تنقیص اور تعریض کی شرعی و قانونی حیثیت'' کے عنوان سے ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا، جس میں مام مکاتب فکر کے علماء ومشائخ، جماعتوں کے قائدین اور دانش وروں نے شرکت کی، آخر پر سب کی طرف سے یہ متفقہ اعلامیہ پیشِ کیا گیا۔ یہ اعلامیہ دین اسلام کی ان بنیادی چیزوں پر مشتمل ہے جنھیں جاننا اور اپنے ایمان و عمل کا حصہ بنانا ہر مسلمان پر فرض ہے، ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنا کفر ہے۔ یہ نکات کسی بھی اسلامی معاشرے کے لیے بنیادی اصول اور آئین کی حیثیت رکھتے ہیں، انہیں اپنے یہاں نافذ کرنا اور ان کا تحفظ اور دفاع کرنا ہر اسلامی حکومت کا بنیادی فرض ہے، ان کے بغیر نہ کوئی معاشرہ اسلامی ہوتا ہے نہ کوئی حکومت مسلم حکومت کہلانے کی حقدار ہے۔ یہ اسلام کا ایک مکمل تعارف ہے جس کا مقصد ایک طرف قوم کی تعلیم و تربیت ہے اور دوسری طرف ذمہ داران اور قانون ساز اداروں کے لیے ایک پیغام ہے۔ یہ اعلامیہ ملک میں امن واستحکام کا ضامن ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ دوسری قرار داد مقاصد ہے جسے پاکستان کے تما مکاتب فکر کے اتفاق سے پیش کیا گیا ہے اور اس کا حق ہے کہ اسے آئین کستان کا حصہ بنایا جائے۔ (ادارہ)

اَلحَمْدُ لله رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ ، وَعَلٰى آلِه وَأَصْحَابِه أَجْمَعِيْنَ، أَمَّا بَعْدُ:

اسلام کتاب وسنت کا نام ہے[1]۔ کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونا، اس کی نشر واشاعت اور غالب کرنے کی کوشش کرنا ہر مسلمان کا بنیادی دینی فریضہ ہے۔ فروغِ اسلام اور حفاظتِ دین کے لیے کتاب وسنت کی روشنی میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر ملتِ اسلامیہ کا منہاج ہے[2]۔ حفاظتِ دین کے پیشِ نظر تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ، دفاعِ صحابہ واہلِ بیت رضی اللہ عنہم اور تعظیم شعائرِ اسلام کی جدوجہد واجباتِ شرعیہ میں سے ہے۔

١- ناموسِ رسالت ﷺ اور منصبِ نبوت کا تحفظ

خاتم الرسل والانبیاء ﷺ کو ہر قسم کے نظریات وشخصیات پر مقدم رکھنے، غیر مشروط محبوب ومطاع[3] ماننے اور ثابت کرنے کی جدوجہد؛ ناموسِ رسالت ومنصبِ رسالت پر ایمان کا بنیادی تقاضا ہے۔

---

١ «تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ رَسُولِهِ» (مؤطا امام مالك: ٣٣٣٨)

"میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے: اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔"

٢ ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (آل عمران: ١٠٤)

"اور لازم ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلائے، نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔"

٣ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾ (محمد: ٣٣)

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔"

✵ عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْمُعَلَّى رضی اللہ عنہ، قَالَ: كُنْتُ أُصَلِّي فَمَرَّ بِي رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَدَعَانِي، فَلَمْ آتِهِ حَتَّى صَلَّيْتُ ثُمَّ أَتَيْتُهُ، فَقَالَ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَ؟ أَلَمْ يَقُلِ اللهُ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ﴾ (صحيح البخاری: ٤٦٤٧)

"سیدنا ابو سعید بن معلّیٰ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے اور مجھے بلایا، لیکن میں آپ کے پاس نہ آیا، یہاں تک کہ اپنی نماز مکمل کر لی، پھر آپ کے پاس آیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں میرے پاس آنے سے کس چیز نے روکا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: "اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے بلانے پر لبیک کہو جب وہ تمہیں بلائے۔"

عقل، فطرت، لغت اور تاریخ کے بالمقابل حدیثِ نبوی کی حجیت کا صراحتاً و ارادتاً انکار کرنا[1]، کلی انحراف یا استہزا کرنا، توہینِ نبوت کے مترادف اور منصبِ نبوت پر ڈاکہ زنی ہے۔ ایسا کرنے والا ملتِ اسلامیہ سے خارج ہے۔ اسی طرح کتاب و سنت کے مسلّمات اور اجماعِ اُمت[2] کے خلاف محاذ آرائی سراسر گمراہی ہے۔ جبکہ کنایتاً جزوی طور پر انکار کرنے والا گمراہ ہے۔

کتاب و سنت اور اجماعِ اُمت کی روشنی میں مسلمانوں کا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے برحق آخری رسول ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد سلسلۂ نبوت اور وحیِ نبوت نہ صرف منقطع ہوا ہے بلکہ مکمل ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اب جو شخص عقیدہ ختمِ نبوت کا انکار کرے اور یہ سمجھے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا رسول یا نبی آسکتا ہے اُس کے کافر، مرتد اور زندیق ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے[3]۔

شانِ رسالت میں صراحتاً و ارادتاً توہین، تنقیص اور تعریض[4] کرنا کفر، ارتداد، عہد شکنی اور دین دشمنی ہے، جس کا

---

١ أَلَا هَلْ عَسَى رَجُلٌ يَبْلُغُهُ الْحَدِيثُ عَنِّي وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى أَرِيكَتِهِ فَيَقُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللَّهِ فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَلَالًا اسْتَحْلَلْنَاهُ وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَرَامًا حَرَّمْنَاهُ وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَمَا حَرَّمَ اللَّهُ. (جامع الترمذي: ٢٦٦٤)

”سن لو! ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص تک میری حدیث پہنچے اور وہ اپنی مسند پر ٹیک لگائے ہوئے یہ کہے: ہمارے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ ہے، جو ہم اس میں حلال پائیں گے اسے حلال سمجھیں گے اور جو اس میں حرام پائیں گے اسے حرام قرار دیں گے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے جو چیز حرام کی ہے وہ اسی طرح حرام ہے جیسے اللہ نے حرام کی۔“

٢ ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (النّساء: ١١٥)

”اور جو ہدایت واضح ہو جانے کے بعد بھی رسول کی مخالفت کرے اور مومنوں کے علاوہ کسی راستے کی پیروی کرے، تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا ہے، اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔“

٣ ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ (الأحزاب: ٤٠)

”محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے آخری ہیں۔“

✵ «أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ، لَا نَبِيَّ بَعْدِي» (سنن أبي داؤد: ٤٢٥٢)

”میں سب نبیوں کے آخر میں آنے والا ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“

٤ ابن تيمية: ما هو السبّ؟: الكلام الذي يُقصد به الانتقاص والاستخفاف وهو ما يفهم منه السبّ في عقول الناس على اختلاف اعتقاداتهم كاللعن والتقبيح ونحوه. (الصارم المسلول: ٥٦١)

مرتکب شرعی اعتبار سے سزائے موت[1] کا مستحق ہے، البتہ اس سزا کا اختیار عدالت وحکومت کو حاصل ہے[2]۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''سَبّ سے مراد وہ کلام ہے جس کا مقصد تنقیص اور حقارت ظاہر کرنا ہو اور ایسا کلام جس سے عام لوگوں کی سمجھ میں سبّ (گالی یا توہین) کا مفہوم آئے، چاہے ان کے عقیدے مختلف ہی کیوں نہ ہوں، جیسے لعنت کرنا، برا بھلا کہنا اور اس جیسی دیگر باتیں۔''

"والكلمة الواحدة تكون في حال سبًا وفي حال ليست بسبّ فعُلم أن هذا يختلف باختلاف الأقوال والأحوال وإذا لم يكن للسب حد معروف في اللغة ولا في الشرع، فالمرجع فيه إلى عرف الناس فما كان في العرف سبا للنبي فهو الذي يجب أن ننزل عليه كلام الصحابة والعلماء وما لا فلا." (الصارم المسلول لابن تيمية: ٥٤٠، ٥٤١)

''اور ایک ہی لفظ کسی حالت میں سبّ ہوتا ہے اور کسی حالت میں سبّ نہیں ہوتا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ بات اقوال اور حالات کے اختلاف سے بدلتی ہے۔ جب سبّ کی کوئی متعین حد نہ لغت میں ہے اور نہ ہی شریعت میں، تو اس کا معیار لوگوں کا عرف ہے۔ لہٰذا جو بات عرف میں نبی ﷺ کی توہین شمار ہو، اسی پر ہمیں صحابہ اور علماء کے کلام کو منطبق کرنا چاہیے اور جو بات عرف میں توہین نہ ہو، وہ اس میں شامل نہیں۔''

۱ ابن المنذر: "أجمع عوام أهل العلم على أن من سبّ النبي ﷺ القتل". (الإشراف: ٨/ ٦٠)

''ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عام اہلِ علم کا اجماع ہے کہ جو شخص نبی ﷺ کو سبّ کرے، اسے قتل کیا جائے۔''

✵ أبوبكر الفارسي: "أجمعت الأمة على أن من سبّ النبي ﷺ يقتل حدًا" (السيف المسلول للسبكي: ١٥٦)

ابو بکر الفارسی فرماتے ہیں: ''امت کا اجماع ہے کہ جو شخص نبی ﷺ کو سبّ کرے، اسے بطور حد قتل کیا جائے۔''

۲ الإمام الشافعي: "لا يقيم الحد على الأحرار إلا الإمام ومن فوض إليه الإمام."

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''آزاد لوگوں پر حد امام ہی قائم کر سکتا ہے یا وہ شخص جسے امام نے یہ اختیار دیا ہو۔''

✵ الإمام النووي: "لا يقيم الحد على الأحرار إلا الإمام ومن فوض إليه الإمام، لأنه لم يقم حد على حرّ على عهد رسول الله ﷺ إلا بإذنه ولا في أيام الخلفاء إلا بإذنهم، ولأنه حق لله تعالىٰ يفتقر إلى الاجتهاد ولا يؤمن في استيفائه الحيف فلم يجز بغير إذن الإمام." ('المجموع' للنووي: ٢٠/ ٣٤، ١٨/ ٤٤٨)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''آزاد لوگوں پر حد امام ہی قائم کر سکتا ہے یا وہ شخص جسے امام نے یہ اختیار دیا ہو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کسی آزاد شخص پر حد صرف آپ کی اجازت سے قائم کی گئی اور خلفاء کے زمانے میں

۲- توہینِ رسالت کے مجرموں کی فوری سزا

① حالیہ بلاسفیمی سازش کا سدباب کرنا، پاکستانی مسلم حکومت کی آئینی و قانونی ذمہ داری ہے۔
② توہینِ ناموسِ رسالت ﷺ کو روکنے اور عالمی سطح پر اسے جرم تسلیم کروانے کے لیے حکومت کو اپنا بھرپور کردار ادا کرنا چاہیے۔
③ جن مجرموں کو سزا سنائی جاچکی ہے، ان پر قانون و شریعت کی رو کے مطابق فوری عمل کیا جائے۔
④ توہینِ مقدسات سے متعلقہ زیر سماعت مقدمات کا بلا تاخیر فیصلہ کیا جائے۔
⑤ قانون توہینِ رسالت کو غیر مؤثر بنانے اور ترمیم کرنے والے پروٹیکشن گروپ کی اندرونی و بیرونی فنڈنگ کو بند کیا جائے، سوشل میڈیا وغیرہ پر ایسے توہین آمیز مواد اور اس کو پھیلانے والے عناصر پر فوری پابندی لگائی جائے اور قرار واقعی سزا دی جائے۔
⑥ توہینِ رسالت کیسز کی غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر بین المسالک تحفظ "شعائر اللہ فورم" قائم کرکے متحرک کیا جائے۔

بھی صرف ان کی اجازت سے، اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے جس میں اجتہاد کی ضرورت پڑتی ہے اور اس کے نفاذ میں زیادتی کا اندیشہ رہتا ہے، لہٰذا امام کی اجازت کے بغیر یہ جائز نہیں۔"

✵ أبوبكر الكاساني الحنفي: "وأما شرائط جواز إقامتها يعني الحدود ... فهو الإمامة أن يكون المقيم للحد هو الإمام أو من ولاه الإمام." (بدائع الصنائع: ٧/ ٥٧)
ابو بکر الکاسانی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جہاں تک حدود قائم کرنے کے جواز کی شرائط کا تعلق ہے... تو وہ امامت ہے، یعنی حد قائم کرنے والا امام (حاکم) ہو یا وہ شخص ہو جسے امام نے مقرر کیا ہو۔"

✵ ابن تيمية: "خاطب الله المؤمنين بالحدود والحقوق خطابًا مطلقًا... هُوَ فَرْضٌ عَلَى الْكِفَايَةِ مِنْ الْقَادِرِينَ و"الْقُدْرَةُ" هِيَ السُّلْطَانُ؛ فَلِهَذَا: وَجَبَ إقَامَةُ الْحُدُودِ عَلَى ذِي السُّلْطَانِ وَنُوَّابِهِ. (مجموع الفتاوى: ٣٤/ ١٧٦)
شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حدود اور حقوق کے بارے میں مطلق خطاب کیا... یہ ان لوگوں پر فرضِ کفایہ ہے جو اس پر قادر ہوں اور 'قدرت' سے مراد اقتدار ہے۔ اسی وجہ سے حدود کا قائم کرنا صاحبِ اقتدار (حاکم) اور اس کے نمائندوں پر واجب ہے۔"

✵ نابینا صحابی کا اپنی باندی کو توہین کرنے پر خود سزائے قتل دینے کی شیخ ابن تیمیہؒ نے چھ توجیہات پیش کی ہیں، ملاحظہ ہو: الصارم المسلول: ٢٨٥

۳- مقامِ صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم

① انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد جملہ صحابہ کرام واہل بیت عظام رضی اللہ عنہم واجب الاحترام اور افضل ترین نفوسِ قدسیہ[۱] ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت[۲] وصحبت، تبلیغ اور اقامتِ دین کے

---

١ قال النبی ﷺ یومَ الحُدَیْبِیَةِ: «أَنْتُمْ خَیْرُ أَهْلِ الأَرْضِ» وَكُنَّا أَلْفًا وَأَرْبَعَ مِائَةٍ... (صحیح البخاري: ٤١٥٤)

حدیبیہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"تم تمام اہل زمین سے افضل ہو"ہم اس وقت چودہ سو(۱۴۰۰)افراد تھے۔

✻ جاءَ جِبْرِیلُ إلى النَّبيِّ ﷺ، فَقالَ: ما تَعُدُّونَ أَهْلَ بَدْرٍ فِیكُمْ؟ قالَ: «مِن أَفْضَلِ المُسْلِمِینَ» (صحیح البخاري: ٣٩٩٢)

"جبریل ؑ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر پوچھا: آپ اہل بدر کو اپنے ہاں کیا مقام دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:"وہ سب مسلمانوں سے افضل ہیں۔"

✻ سَأَلَ رَجُلٌ النَّبيَّ ﷺ: أَيُّ النّاسِ خَیْرٌ؟ قالَ: «الْقَرْنُ الَّذِي أَنَا فِیهِ، ثُمَّ الثَّانِي، ثُمَّ الثَّالِثُ» (مسلم: ٢٥٣٦)

"ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سے لوگ سب سے بہتر ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اس دور کے جس میں مَیں ہوں، پھر دوسرے(دور کے)، پھر تیسرے(دور کے۔)"

٢ عبد الله بن مسعود رضي الله عنه: " إِنَّ اللهَ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ ﷺ خَیْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ، فَابْتَعَثَهُ بِرِسَالَتِهِ، ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ، فَوَجَدَ قُلُوبَ أَصْحَابِهِ خَیْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِیِّهِ، یُقَاتِلُونَ عَلَى دِینِهِ " (مسند أحمد: ١/ ٣٧٩ ، ٣٦٠٠)

"سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں پر نظر فرمائی تو قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بہتر پایا اس لیے اللہ نے ان ہی کو اپنے لیے منتخب فرمالیا اور انھیں پیغمبری کا شرف عطا کر کے مبعوث فرمایا، پھر قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ بندوں کے دلوں پر نظر فرمائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل کو سب سے بہترین پایا، چنانچہ اللہ نے انھیں اپنے نبی کا وزیر بنا دیا، جو ان کے دین کی بقا کے لیے اللہ کے راستہ میں قتال کرتے ہیں۔"

✻ ابن تیمیة: وخیارُ هذه الأمة هم الصحابة، فلم یکن في الأمة أعظم اجتماعًا على الهدى ودین الحق، ولا أبعد عن التفرق والإختلاف منهم، وکل ما یُذْکَر عنهم مما فیه نقص، فهذا إذا قیس إلى ما یوجد في غیرهم من الأمة کان قلیلاً من کثیر، وإذا قیس ما یوجد في الأمة إلى ما یوجد في سائر الأمم کان قلیلاً من کثیر، وإنما یغلط من یغلط أنه لینظر إلى السواد القلیل في الثوب

لیے چنا[1]۔

(۲) وہ رسول اللہ ﷺ کی تربیت کا بہترین ثمر، اللہ تعالیٰ کی جماعت[2] اور معیارِ ایمان[3] ہیں۔

(۳) ان کو مغفرتِ ذنوب[4] اور جنت کی حتمی بشارتوں، الفائزون، المفلحون، رضي الله عنهم[5] اور وَكُلًّا وَّعَدَ

الأبيض وينظر إلى الثوب الأسود الذي فيه بياض. (منهاج السنة: ۳/ ۲۴۲)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اس امت کے بہترین لوگ صحابہ ہیں، امت میں ان سے بڑھ کر ہدایت اور دینِ حق پر مجتمع ہونے والے اور تفرقہ واختلاف سے دور رہنے والے کوئی نہیں تھے۔ ان سے جو بھی کوئی کمی یا نقص منقول ہے، اگر اسے امت کے باقی لوگوں میں پائے جانے والے حالات سے موازنہ کیا جائے تو وہ کمی بہت کم ہے اس کے مقابلے میں جو دوسروں میں زیادہ ہے۔ اور اگر امت کے حالات کا موازنہ دیگر امتوں سے کیا جائے تو بھی وہ کمی بہت کم ہے اس کے مقابلے میں جو دوسری امتوں میں زیادہ ہے۔ غلطی کرنے والے کی غلطی یہ ہے کہ وہ سفید کپڑے میں موجود چھوٹے سے سیاہ دھبے کو دیکھتا ہے اور سیاہ کپڑے کو دیکھتا ہے جس میں کچھ سفیدی ہو۔"

۱ عبد الله بن عمر رضي الله عنهما: "أولئك أصحاب محمد ﷺ كانوا خير هذه الأمة أبرها قلوبًا وأعمقها علمًا وأقلها تكلفًا، قوم اختارهم الله لصحبة نبيه ﷺ ولإقامة دينه ..." (حلية الأولياء لأبي نعيم أحمد الأصبهاني: ۱/ ۳۰۵، وجامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر: ۲/۹۴۸)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "یہ محمد ﷺ کے صحابہ ہیں، جو اس امت کے سب سے بہترین لوگ تھے، دل کے سب سے زیادہ نیک، علم میں سب سے گہرے اور بناوٹ و تکلف میں سب سے کم تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت اور اپنے دین کے قیام کے لیے منتخب فرمایا۔"

۲ ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (المجادلة: ۲۲)

"اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں، یاد رکھو! یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔"

۳ ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ﴾ (البقرة: ۱۳)

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے ایمان لاؤ جس طرح لوگ ایمان لائے ہیں"

۴ لَعَلَّ اللّٰهَ قَدِ اطَّلَعَ على أَهْلِ بَدْرٍ فَقالَ: اعْمَلُوا ما شِئْتُمْ، فقَدْ وجَبَتْ لَكُمُ الجَنَّةُ (البخاري: ۶۲۵۹)

"اللہ تعالیٰ اہل بدر پر مطلع تھا اس کے باوجود اس نے کہا: تم جو چاہو کرو، تحقیق تمہارے لیے جنت واجب ہو چکی ہے۔"

۵ ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (التوبة: ۱۰۰)

اللہُ الحُسنٰی [1] کی سندیں حاصل ہیں۔

④ اگرچہ ان کے ایمانی اور اُخروی درجات میں تفاوت ہے، جیسا کہ خلفائے راشدین [2]، عشرہ مبشرہ [1]، اہل بیت [2]،

"اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔"

1 ﴿لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ اُولٰٓىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ (الحدید: ۱۰)

"تم میں سے جس نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی وہ (یہ عمل بعد میں کرنے والوں کے) برابر نہیں۔ یہ لوگ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور جنگ کی اور ان سب سے اللہ نے اچھی جزا کا وعدہ کیا ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، خوب باخبر ہے۔"

✵ ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ﴾ (التوبة: ۲۰)

"جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے ہاں درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔"

2 عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الحَنَفِيَّةِ، قالَ: قُلتُ لأَبِي: أَيُّ النّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسولِ الله ﷺ؟ قالَ: أبو بَكْرٍ، قُلتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قالَ: ثُمَّ عُمَرُ، وخَشِيتُ أَنْ يَقُولَ: عُثْمانُ، قُلتُ: ثُمَّ أَنْتَ؟ قالَ: ما أنا إلّا رَجُلٌ مِنَ المُسْلِمِينَ. (صحيح البخاري: ٣٦٧١)

"حضرت محمد ابن حنفیہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد گرامی (حضرت علیؓ) سے پوچھا: نبی ﷺ کے بعد سب سے افضل کون ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا: حضرت ابو بکرؓ۔ میں نے پوچھا: پھر کون؟ تو انھوں نے فرمایا: اس کے بعد حضرت عمرؓ۔ مجھے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ اب آپ حضرت عثمانؓ کا نام ذکر کریں گے تو میں نے کہا: اس کے بعد پھر آپ (افضل) ہیں؟ یہ سن کر انھوں نے فرمایا: میں تو صرف عام مسلمانوں جیسا ایک آدمی ہوں۔"

✵ سمع النبي ﷺ يقول يوم خيبر: «لأعطين الراية رجلا يفتح الله على يديه، فقاموا يرجون لذلك أيهم يعطى، فغدوا وكلهم يرجو أن يعطى، فقال: أين علي؟...» (البخاري: ٢٩٤٢)

"خیبر کے دن نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "میں اب جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح دے گا۔" اس پر صحابہ کرامؓ اس امید میں کھڑے ہو گئے کہ ان میں سے کس کو جھنڈا ملتا ہے؟ اور دوسرے دن ہر شخص کو یہی امید تھی کہ جھنڈا اسے دیا جائے گا مگر آپ نے فرمایا: "علیؓ کہاں ہیں؟ (پھر انہیں جھنڈا دیا)۔"

اصحابِ بدر اور اصحابِ شجرۃ رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ۔ یہ سب کے سب اللہ تعالیٰ سے راضی اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے۔

⑤ وہ تفسیر، حدیث، فقہ اور علم و عمل کے ہر شعبہ میں سب سے بڑے اور اوّلین امام[3] ہیں۔

⑥ صحابہ کرام و اہل بیت رضی اللہ عنہم نبوت کے عینی گواہ اور سفیر ہیں، نزولِ قرآن کے اولین مخاطب، حاضرینِ مجلس اور براہِ راست دین سمجھنے والے اور عدالت و امانت کے ساتھ اسے آگے نقل کرنے والے ہیں۔

⑦ ملتِ اسلامیہ کو انہی کی بیان کردہ روایاتِ دین کے ذریعے اسلام اور اس کے جملہ احکام و اعمال کی نعمت ملی۔ لہٰذا ان کے بعد ہونے والی تمام نیکیوں کا اجر اُن کو ملتا[4] ہے۔

---

١ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدٌ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيدٌ فِي الْجَنَّةِ وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ. (سنن الترمذي: ٣٧٤٧)

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبد الرحمن بن عوف جنتی ہیں، سعد جنتی ہیں، سعید (بن زید) جنتی ہیں اور ابو عبیدہ بن جراح جنتی ہیں (رضی اللہ عنہم)۔“

٢ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ: "ارْقُبُوا مُحَمَّدًا ﷺ فِي أَهْلِ بَيْتِهِ" (صحيح البخاري: ٣٧١٣)

”سیدنا ابو بکرؓ نے فرمایا: محمد ﷺ کی وجہ سے آپ کے اہلِ بیت کے بارے میں خاص خیال رکھو، یعنی بہر صورت ان کا احترام بجالاؤ۔“

٣ الإمام ابن أبي العز الحنفي: فَإِنَّهُمْ لَمْ يَنْقُلُوا نَظْمَ الْقُرْآنِ وَحْدَهُ، بَلْ نَقَلُوا نَظْمَهُ وَمَعْنَاهُ، وَلَا كَانُوا يَتَعَلَّمُونَ الْقُرْآنَ كَمَا يَتَعَلَّمُ الصِّبْيَانُ، بَلْ يَتَعَلَّمُونَهُ بِمَعَانِيهِ. وَمَنْ لَا يَسْلُكُ سَبِيلَهُمْ فَإِنَّمَا يَتَكَلَّمُ بِرَأْيِهِ... (شرح العقيدة الطحاوية: ١٢٠)

امام ابن ابی العز الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”انہوں نے صرف قرآن کا الفاظی نظم ہی نہیں منتقل کیا بلکہ اس کا نظم اور اس کا معنی دونوں منتقل کیے اور وہ قرآن کو اس طرح نہیں سیکھتے تھے جیسے بچے سیکھتے ہیں بلکہ وہ اسے اس کے معانی کے ساتھ سیکھتے تھے۔ اور جو شخص ان کے طریقے پر نہ چلے تو وہ محض اپنی رائے سے بات کرتا ہے۔“

٤ «من دعا إلىٰ هدي كان له من الأجر مثل أجور من تبعه لا ينقص ذلك من أجورهم شيئا» (صحيح مسلم: ٢٦٧٤)

”جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی اسے اس ہدایت کی پیروی کرنے والوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی“

⑧ صحابہ کرام واہل بیت رضی اللہ عنہم کی اتباع کرنے والے محدثین، مفسرین، فقہاء، زُہاد؛ اہل السنّہ والجماعہ اور ملتِ اسلامیہ کے مقتدیٰ ورہنما ہیں۔

⑨ صحابہ کرام واہل بیت رضی اللہ عنہم کا روایتِ دین اور فکر وعمل میں منہج اختیار کرنا اسلام کی اساس ہے[1]۔

⑩ جنتی گروہ صرف وہی ہے جو صحابہ کرام واہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کے راستے[2] پر رہے۔

۴- صحابہ واہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے متعلق اہل السنّہ والجماعہ کا اجماعی عقیدہ

① تمام صحابہ کرام اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم عادل[3] اور امین ہیں۔

② ان سے محبت کرنا دین[4]، ایمان، احسان اور شرعی فریضہ ہے۔

---

۱ ﴿فَإِنْ ءَامَنُوا۟ بِمِثْلِ مَآ ءَامَنتُم بِهِۦ فَقَدِ ٱهْتَدَوا۟ ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا۟ فَإِنَّمَا هُمْ فِى شِقَاقٍ﴾ (البقرة: ۱۳۷)
”پھر اگر وہ اس جیسی چیز پر ایمان لائیں جس پر تم ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ ہدایت پا گئے اور اگر پھر جائیں تو وہ محض ایک مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں۔“

۲ «تَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً»، قَالُوا وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ «مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي».(جامع ترمذی :۲٦٤۱)
”میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، ایک فرقہ کو چھوڑ کر باقی سبھی جہنم میں جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ کون سی جماعت ہو گی؟ آپ نے فرمایا: 'یہ وہ لوگ ہوں گے جو میرے اور میرے صحابہ کے نقش قدم پر ہوں گے۔“

۳ "الصحابة كلهم عدول من لَابَسَ الفتنَ وغيرهم بإجماع من يعتدّ به".(تقریب النواوی مع تدریب: ۲/۲۱۴و 'مقام صحابہ' از مفتی محمد شفیع عثمانی: ص۷۷)
”صحابہ سب کے سب عادل ہیں، چاہے انہوں نے فتنوں کا زمانہ پایا ہو یا نہ پایا ہو، اور یہ بات اُن اہلِ علم کے اجماع سے ثابت ہے جن کے اجماع کا اعتبار کیا جاتا ہے۔“

۴ قال رسول الله ﷺ:«الأَنْصَارُ لا يُحِبُّهُمْ إِلاَّ مُؤْمِنٌ، وَلا يُبْغِضُهُمْ إِلاَّ مُنَافِقٌ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللهُ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللهُ» (صحيح البخاري:۳۷۸۳)
نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”انصار سے صرف مومن ہی محبت رکھے گا اور ان سے صرف منافق ہی بغض رکھے گا۔ پس جو شخص ان سے محبت رکھے گا اس سے اللہ محبت رکھے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اس سے اللہ تعالیٰ بغض رکھے گا (معلوم ہوا کہ انصار کی محبت نشان ایمان ہے اور ان سے دشمنی رکھنا بے ایمان لوگوں کا کام ہے)۔“

③ وہ رسول کریم ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب [2] ہیں، ان سے بغض رکھنا اللہ کے غیظ وغضب اور قہر وعذاب کا موجب ہے۔

④ سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر، سیدنا حسن، سیدنا حسین، سیدنا ابو سفیان، سیدنا معاویہ، سیدنا عمرو بن عاص، سیدنا مغیرہ بن شعبہ، سیدنا عمار بن یاسر، سیدنا ابو موسیٰ اشعری، سیدہ عائشہ و دیگر اُمہات المومنین اور جمیع صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم [3] میں سے کسی کی شان میں کسی بھی پلیٹ فارم پر صراحتاً یا اشارۃً توہین، تنقیص [4] اور تعریض کرنا بدعت، نفاق، طغیان اور اسلام میں طعنہ زنی و دین

✵ قال أنس: فَأَنَا أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِأَعْمَالِهِمْ . (صحيح مسلم: ٢٦٣٩)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”چونکہ میں، اللہ، اس کے رسول اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم سے محبت کرتا ہوں، لہٰذا مجھے امید ہے کہ میں ان کے ساتھ ہوں گا، اگرچہ ان جیسے اعمال نہیں کر سکا۔“

١ الإمام أبو جعفر الطحاوی(م٣٢١ﻫ):"وَنُحِبُّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَلَا نُفَرِّطُ فِي حُبِّ أَحَدٍ مِنْهُمْ، وَلَا نَتَبَرَّأُ مِنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنُبْغِضُ مَنْ يُبْغِضُهُمْ وَبِغَيْرِ الْخَيْرِ يَذْكُرُهُمْ وَلَا نَذْكُرُهُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ وَحُبُّهُمْ دِينٌ وَإِيمَانٌ وَإِحْسَانٌ، وَبُغْضُهُمْ كُفْرٌ وَنِفَاقٌ وَطُغْيَانٌ."(شرح العقيدة الطحاوية:٥٧)

امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے محبت کرتے ہیں، ان میں سے کسی کی محبت میں حد سے آگے نہیں بڑھتے اور نہ ہی ہم ان میں سے کسی سے براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم اس شخص سے دشمنی رکھتے ہیں جو ان سے دشمنی رکھے اور ان کا ذکرِ خیر نہ کرے جبکہ ہم ان کا تذکرہ خیر ہی کرتے ہیں۔ ان سے محبت دین، ایمان اور احسان ہے اور ان سے بغض کفر، نفاق اور سرکشی ہے۔“

٢ قال النبي ﷺ: «اللَّهُمَّ أَنْتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ» قَالَهَا ثَلَاثَ مِرَارٍ».(صحيح البخاری:٣٧٨٥)

”اللہ (گواہ ہے) تم لوگ مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو“، تین بار آپ نے ایسا ہی فرمایا۔

٣ الإمام أحمد: "رحمهم الله أجمعين، ومعاوية وعمرو وأبو موسى الأشعري والمغيرة كلهم وصفهم الله تعالى في كتابه فقال:﴿ سِيمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ﴾(مناقب :٢٢١)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اللہ ان سب پر رحم فرمائے اور معاویہ، عمرو، ابو موسیٰ اشعری اور مغیرہ، ان سب کا وصف اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں یہ بیان فرمایا ہے:﴿ان کی پیشانیوں پر سجدے کے اثرات کے نشان ہیں﴾۔“

قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: "يَا أَبَا الْحَسَنِ إِذَا رَأَيْتَ رَجُلًا يَذْكُرُ أَحَدًا مِنَ الصَّحَابَةِ بِسُوءٍ فَاتَّهِمْهُ عَلَى الْإِسْلَامِ. " (البداية والنهاية: ٨/ ١٤٨)

دشمنی ہے[1]۔

⑤ ان پر تبرّا کرنا، تہمت لگانا[2]، تکفیر کرنا، اعتراضات اٹھانا اور ان کی عدالت و ثقاہت کی بابت شبہات[3] پیدا کرنا؛ ایمان کے منافی، اُمتِ مسلمہ کے اجماعی عقیدہ سے انحراف، موجبِ فسق ونفاق اور بدعت و ضلال ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”اے ابو الحسن! جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ صحابہ میں سے کسی کو برے لفظ سے یاد کرتا ہے تو اس کے اسلام پر شک کرو۔“

۱ أبو زرعة الرّازيّ: "إذا رأيت الرجل ينتقص أحدا من أصحاب رسول اللهّ ﷺ فاعلم أنه زنديق، وذلك أن الرسول حقّ، والقرآن حق، وما جاء به حق، وإنما أدى إلينا ذلك كلّه الصحابة، وهؤلاء يريدون أن يجرحوا شهودنا ليبطلوا الكتاب والسنّة، والجرح بهم أولى، وهم زنادقة. "(الإصابة في تمييز الصحابة لإبن حجر: ١/ ١٦٢، ١٦٣)

ابو زرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی کو کم تر سمجھتا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق ہے، کیونکہ رسول برحق ہیں، قرآن برحق ہے، جو کچھ آپ لائے وہ سب برحق ہے اور یہ سب کچھ ہم تک صحابہ نے پہنچایا ہے۔ یہ لوگ دراصل ہمارے گواہوں کو مجروح کرنا چاہتے ہیں تاکہ کتاب و سنت کو باطل کر سکیں، اس لیے یہ جرح کے زیادہ حق دار ہیں اور یہ لوگ زندیق ہیں۔“

۲ قال رسول الله ﷺ: «لَا تَسُبُّوا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِي، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَوْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيفَهُ»(صحيح مسلم: ٢٥٤١ واللفظ لمسلم، وصحيح البخاري: ٣٦٧٣)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرے اصحاب کو برا بھلا مت کہو۔ اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کر ڈالے تو ان کے ایک مد غلہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا اور نہ ان کے آدھے مد کے برابر۔“

✵ عن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما، قال النبي ﷺ: «مَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ» (المعجم للطبرانى: ١٢٥٤١، صحيح الجامع: ٥١١١)

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے میرے اصحاب کو برا بھلا کہا تو اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔“

۳ الحافظ ابن حجر: "وقد اتفق أهل السنة على أن الجميع عدول، ولم يخالف في ذلك إلا شذوذ من المبتدعة." (الإصابة في تمييز الصحابة: ١/ ١٣١)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اہلِ سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں اور اس مسئلے میں صرف چند گمراہ بدعتی لوگوں نے ہی مخالفت کی ہے۔“

۵- مشاجراتِ صحابہ سے متعلق اہل السنہ والجماعہ کا عقیدہ و منہج

① صحابہ کرام و اہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم کا باہمی اختلاف کتاب و سنت کی اطاعت و اتباع اور عقائد و اُصول میں نہیں تھا بلکہ انتظامی اجتہادی امور میں تھا جو کہ فقہ الواقع کا تجزیہ کرنے کی بنا پر تھا[1]، لہٰذا مشاجراتِ صحابہ کے بارے صرف خیر کی بات کرنا یا خاموش رہنا[2] اہل السنہ والجماعہ کا اجماعی عقیدہ و منہج[3] ہے جبکہ

---

١ الإمام قرطبي: "لَا يَجُوزُ أَنْ يُنْسَبَ إِلَى أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ خَطَأٌ مَقْطُوعٌ بِهِ، إِذْ كَانُوا كُلُّهُمُ اجْتَهَدُوا فِيمَا فَعَلُوهُ وَأَرَادُوا اللهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَهُمْ كُلُّهُمْ لَنَا أَئِمَّةٌ، وَقَدْ تَعَبَّدْنَا بِالْكَفِّ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ، وَأَلَّا نَذْكُرَهُمْ إِلَّا بِأَحْسَنِ الذِّكْرِ، لِحُرْمَةِ الصُّحْبَةِ وَلِنَهْيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سَبِّهِمْ، وَأَنَّ اللهَ غَفَرَ لَهُمْ، وَأَخْبَرَ بِالرِّضَا عَنْهُمْ." (تفسير القرطبي: ١٦/ ٣٢١)

"امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کسی بھی صحابی کی طرف کسی قطعی خطا کی نسبت کرنا جائز نہیں، کیونکہ انہوں نے جو کچھ کیا اس میں اجتہاد کیا اور اللہ عزوجل کی رضا ہی چاہی۔ وہ سب ہمارے لیے پیشوا ہیں اور ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان کے درمیان پیش آنے والے معاملات میں خاموش رہیں اور انہیں صرف اچھے انداز میں یاد کریں، صحابیت کی حرمت اور اس لیے بھی کہ نبی ﷺ نے ان کو گالی دینے سے منع فرمایا ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے ان کو بخش دیا ہے اور ان سے اپنی رضا کا اعلان فرمایا ہے۔"

٢ عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال النبي ﷺ: «إذا ذُكر أصحابي فأمسكوا» (المعجم الكبير للطبرانی: ١٠٢٩٦ و تخریج الاحیاء للعراقی: ١/ ٥٠، حسن)

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: "جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو (اپنے آپ کو) روک لو (یعنی احتیاط سے بات کرو)۔"

✻ الإمام ابن تیمیہ: "ولهذا كان من مذاهب أهل السنة الإمساك عما شجر بين الصحابة فإنه قد ثبتت فضائلهم ووجبت موالاتهم ومحبتهم..." (منهاج السنة النبوية: ٤/ ٤٤٨، ٤٤٩)

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اسی وجہ سے اہلِ سنت کے مذاہب میں سے یہ ہے کہ صحابہ کے درمیان جو معاملات پیش آئے ان میں خاموشی اختیار کی جائے، کیونکہ ان کی فضیلتیں ثابت ہیں اور ان سے دوستی اور محبت واجب ہے۔"

٣ امام ابوزرعہ، عبداللہ بن عبد الکریم، رازی، ابوحاتم اور شافعی رحمۃ اللہ علیہم اہل سنت کا اجماعی عقیدہ بیان فرماتے ہیں:

"أدركنا العلماء فی جميع الأمصار حجازا، وعراقا، ومصرا، وشاما، ويمنا، فكان من مذهبهم ... والترحم علی جميع أصحاب محمد، صلی الله عليه وسلم، والكف عما شجر بينهم" (شرح أصل السنة واعتقاد الدين لابن أبي حاتم: ٧، ٦١]

مشاجراتِ صحابہ میں بحث و نظر کرنا امت کو اعتقادی و عملی فتنہ میں مبتلا کرنا ہے[1]۔
صحابہ کرام واہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم کے اختلاف کو بنیاد بنا کر ان میں سے کسی کی توہین، تنقیص، تعریض کرنا، کسی بھی قسم کا تجزیہ و تبصرہ یا تحقیقات پیش کرنا اور زبان درازی کرنا سراسر باطل عمل اور واضح گمراہی ہے[2] کیونکہ اختلافات میں ہر دو طرف کے صحابہ کرام واہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم علم، اخلاص اور خیر خواہی کی بنیاد پر مجتہد ہونے

"ہم نے حجاز، عراق، مصر، شام اور یمن کے تمام علاقوں کے علماء کو پایا تو ان کا مذہب یہ تھا... کہ وہ محمد ﷺ کے تمام صحابہ پر رحمت بھیجتے اور ان کے درمیان جو معاملات پیش آئے ان میں خاموشی اختیار کرتے تھے۔"

✵ الإمام محمد بن عبدالوهاب:"وأجمع أهل السنة على السكوت عما شجر بين الصحابة رضي الله عنهم. ولا يقال فيهم إلا الحسنى. فمن تكلم في معاوية أو غيره من الصحابة فقد خرج عن الإجماع."(مختصر سيرة الرسول ﷺ: ٣١٨)

امام محمد بن عبد الوهاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"اہلِ سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان جو معاملات پیش آئے ان میں خاموشی اختیار کی جائے اور ان کے بارے میں صرف اچھے الفاظ ہی کہے جائیں۔ پس جو شخص معاویہ یا کسی اور صحابی کے بارے میں (برا) کلام کرے تو وہ اجماع سے خارج ہو گیا۔"

١ الإمام ابن تيمية:فَمَنْ تَكَلَّمَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ - وَقَدْ نَهَى اللهُ عَنْهُ: مِنْ ذَمِّهِمْ أَوْ التَّعَصُّبِ لِبَعْضِهِمْ بِالْبَاطِلِ - فَهُوَ ظَالِمٌ مُعْتَدٍ.(مجموع الفتاوى: ٤/ ٤٣٢)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"جو شخص صحابہ کے درمیان پیش آنے والے معاملات میں بات کرے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے، چاہے وہ ان کی مذمت ہو یا کسی کے ساتھ باطل طور پر تعصب ہو، تو وہ ظالم اور حد سے بڑھنے والا ہے۔"

٢ حافظ ابن حجر: وَاتَّفَقَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلَى وُجُوبِ مَنْعِ الطَّعْنِ عَلَى أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ بِسَبَبِ مَا وَقَعَ لَهُمْ مِنْ ذَلِكَ وَلَوْ عَرَفَ الْمُحِقَّ مِنْهُمْ لِأَنَّهُمْ لَمْ يُقَاتِلُوا فِي تِلْكَ الْحُرُوبِ إِلَّا عَنِ اجْتِهَادٍ وَقَدْ عَفَا اللهُ تَعَالَى عَنِ الْمُخْطِئِ فِي الِاجْتِهَادِ بَلْ ثَبَتَ أَنَّهُ يُؤْجَرُ أَجْرًا وَاحِدًا وَأَنَّ الْمُصِيبَ يُؤْجَرُ أَجْرَيْنِ. (فتح الباري: ٢٠/ ٨٧، ٦٥٥٦)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"اہلِ سنت اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہ میں سے کسی پر بھی اس وجہ سے طعن کرنا حرام ہے جو ان سے ان واقعات میں پیش آیا، چاہے کسی کو ان میں سے حق پر ہونے کا علم بھی ہو، کیونکہ انہوں نے ان جنگوں میں صرف اجتہاد کی بنیاد پر حصہ لیا، اور اللہ تعالیٰ نے اجتہاد میں خطا کرنے والے کو معاف فرما دیا ہے، بلکہ یہ ثابت ہے کہ خطا کرنے والے کو ایک اجر ملتا ہے اور درست رائے والے کو دو اجر ملتے ہیں۔"

کے ناطے سے اکہرے یا دوہرے اجر سے کبھی محروم نہیں رہے[1]۔

٦- صحابہ کرام واہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی توہین و تنقیص کرنے والا سنگین سزا کا مستحق ہے!

① صحابہ کرام واہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کی صراحتاً و کنایتاً توہین و تنقیص، شرعی[2] قانونی سزا کی موجب ہے۔

---

١ الإمام ابن تيمية: إِمَّا مُجْتَهِدُونَ مُصِيبُونَ وَإِمَّا مُجْتَهِدُونَ مُخْطِئُونَ... إِنْ أَصَابُوا فَلَهُمْ أَجْرَانِ وَإِنْ أَخْطَئُوا فَلَهُمْ أَجْرٌ وَاحِدٌ وَالْخَطَأُ مَغْفُورٌ لَهُمْ.(مجموع الفتاویٰ: ٣/ ١٥٥)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وہ یا تو اجتہاد کرنے والے درست رائے والے ہیں یا اجتہاد کرنے والے خطا کرنے والے... اگر وہ درست ہوں تو انہیں دو اجر ملیں گے اور اگر وہ خطا کریں تو انہیں ایک اجر ملے گا اور ان کی خطا معاف کر دی گئی ہے۔"

❋ الإمام النووي: أَمَّا الْحُرُوبُ الَّتِي جَرَتْ فَكَانَتْ لِكُلِّ طَائِفَةٍ شُبْهَةٌ اعْتَقَدَتْ تَصْوِيبَ أَنْفُسِهَا بِسَبَبِهَا وَكُلُّهُمْ عُدُولٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَمُتَأَوِّلُونَ فِي حُرُوبِهِمْ وَغَيْرِهَا وَلَمْ يُخْرِجْ شيء مِنْ ذَلِكَ أَحَدًا مِنْهُمْ عَنِ الْعَدَالَةِ لِأَنَّهُمْ مُجْتَهِدُونَ اخْتَلَفُوا فِي مَسَائِلَ مِنْ مَحَلِّ الِاجْتِهَادِ كَمَا يَخْتَلِفُ الْمُجْتَهِدُونَ بَعْدَهُمْ فِي مَسَائِلَ مِنَ الدِّمَاءِ وَغَيْرِهَا وَلَا يَلْزَمُ مِنْ ذَلِكَ نَقْصُ أَحَدٍ مِنْهُمْ.(شرح النووی علی المسلم: ١٥/ ١٤٩)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جہاں تک ان جنگوں کی بات ہے جو رونما ہوئیں، تو ہر گروہ کے پاس ایک ایسا شبہہ تھا جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا، وہ سب عادل ہیں، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اپنی جنگوں اور دیگر معاملات میں مؤول تھے۔ ان میں سے کسی کو بھی اس وجہ سے عدالت سے خارج نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ مجتہد تھے جنہوں نے اجتہاد کے محل میں اختلاف کیا، جیسے بعد کے مجتہدین خون کے مسائل اور دیگر امور میں اختلاف کرتے ہیں اور اس سے ان میں سے کسی میں نقص لازم نہیں آتا۔"

٢ الإمام مَالِكِ بن أنس: مَنْ سَبَّ أَبَا بَكْرٍ جُلِدَ، وَمَنْ سَبَّ عَائِشَةَ قُتِلَ...قِيلَ لَهُ: لِمَ؟ قَالَ: مَنْ رَمَاهَا فَقَدْ خَالَفَ الْقُرْآنَ.(الشفا بتعريف حقوق المصطفي للقاضي عياض: ٢/ ٦٥٤)

امام مالک بن انس رحمہ اللہ: "جس نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا اسے کوڑے لگائے جائیں اور جس نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہا اسے قتل کیا جائے، ان سے پوچھا گیا: ایسا کیوں؟ فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہنے والا قرآن کی بھی مخالفت کر رہا ہے۔"

❋ امام احمد بن حنبل: "کسی کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر سوء یا ان پر طعن و تشنیع کرنا جائز نہیں۔ حاکم وقت پر فرض ہے کہ ایسا کرنے والے کو سزا دے، کیونکہ یہ جرم ناقابل معافی ہے۔ سزا دینے کے بعد اس سے توبہ کروائی جائے، اگر توبہ کرے تو بہتر و گرنہ اسے دوبارہ سزا دی جائے اور اسے قید میں رکھا جائے جب تک کہ وہ توبہ کر کے اس فعل مذموم سے باز نہ آئے۔" (الصارم المسلول: ور سالہ قیر انویہ: ۴۱۹)

② تاریخ اسلامیہ میں ایسے بدبختوں کو ہمیشہ سنگین سزاؤں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔
③ اکثر بلادِ اسلامیہ میں نافذ العمل قوانین کی طرح پاکستان میں قانونی عمل کو مکمل کیا جائے۔
④ پاکستانی اسمبلیوں میں ناموسِ صحابہ واہل بیت بل ۱۹۹۳ء، تحفظِ بنیادِ اسلام بل ۲۰۲۰ء پیش ہوئے ہیں۔ تحفظِ ناموسِ صحابہ واہلِ بیت ایکٹ ۲۰۲۳ء وغیرہ منظوری کے بعد ایوان صدر میں دستخط نہ ہونے کی بنا پر دو سالوں سے التوا کا شکار ہے، جس کو مکمل کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گستاخوں پر شرعی اور قانونی سزا فوری نافذ کی جائے۔

۷- صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کی توہین، تنقیص اور تعریض کرنے والا، اہل السنّہ والجماعہ کے منہج، مسلّمات اور اجماعی عقائد سے منحرف اور گمراہ ہے، اس کا اہل السنّہ سے کوئی تعلق نہیں!

① خواہ وہ کوئی عام آدمی ہو یا کوئی خطیب وواعظ اور ذمہ دار ہو، یا کسی ادارے، تنظیم اور جماعت کا فرد ہو۔
② ایسے ہر شخص کی تمام اہلِ سنت مکاتبِ فکر ہر مجلس میں خوب سرزنش اور مکمل بائیکاٹ کریں۔
③ نصیحت کے لوازمات مکمل کر کے توبہ پر آمادہ کیا جائے، بصورت دیگر شرعی و قانونی سزا کے اقدامات کریں۔

۸- اہل السنّہ والجماعہ کا منہاج افراط و تفریط سے پاک ہے!

① ہم رافضیوں (شیخین یا کسی بھی صحابی سے بغض وعداوت رکھنے والوں) اور ناصبیوں (اہلِ بیت سے بغض اور دشمنی رکھنے والوں) اور ان کے ہم نواؤں کے فکر و عمل سے کھلا اظہارِ براءت [1] کرتے ہیں اور ان کی مجلسوں میں شرکت کی سختی سے نفی کرتے ہیں۔
② اہل السنّہ والجماعہ سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے قاتلوں، ان کے معاونین اور ان کی شہادت پر راضی ہونے والوں سے مکمل براءت کا اظہار کرتے اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کے قاتلوں نے خلافتِ اسلامیہ اور اُمتِ مسلمہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے۔

---

۱ الإمام ابن تيمية: وَيَتَبَرَّءُونَ مِنْ طَرِيقَةِ الرَّوَافِضِ الَّذِينَ يُبْغِضُونَ الصَّحَابَةَ وَيَسُبُّونَهُمْ. وَمِنْ طَرِيقَةِ النَّوَاصِبِ الَّذِينَ يُؤْذُونَ أَهْلَ الْبَيْتِ بِقَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ. (العقيدة الواسطية: ۱۱۹)
"امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اور وہ (اہلِ سنت) روافض کے طریقے سے براءت کا اظہار کرتے ہیں جو صحابہ سے بغض رکھتے اور انہیں گالیاں دیتے ہیں۔ اور نواصب کے طریقے سے بھی براءت کرتے ہیں جو اہل بیت کو قول یا عمل کے ذریعے تکلیف پہنچاتے ہیں۔"

③ نواسۂ رسول اور نوجوانانِ جنت کے سردار سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر ظلم و ستم ڈھانے والوں کے بارے میں ہمارا وہی موقف ہے جو اہل السنہ والجماعہ کے سرخیل شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"وَأَمَّا مَنْ قَتَلَ الْحُسَيْنَ أَوْ أَعَانَ عَلٰى قَتْلِه أَوْ رَضِيَ بِذٰلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ؛ لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا."(مجموع الفتاوی: ٤/ ٤٨٧)

”جس نے بھی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، یا ان کی شہادت میں کسی طرح کی کوئی مدد کی، یا ان کی شہادت پر وہ کسی درجے میں خوش ہوا تو اس پر اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کی کوئی فرضی اور نفلی عبادت قبول نہ فرمائے۔“

۹- تحفظِ شعائرِ اسلام

① شعائر اللہ اسلام کے ستون اور نظریاتی سرحدیں ہیں۔ قرآن مجید، حرمین شریفین، مساجد، ارکانِ اسلام، قربانی، داڑھی اور حجاب و پردہ وغیرہ دین اسلام کی پہچان اور امتیازی علامتیں ہیں، جن کی تعظیم تقویٰ کا تقاضا[1] اور ان کی بے حرمتی صریحاً گمراہی اور بہت بڑی نافرمانی ہے[2]۔

② شعائرِ اسلام میں سے کسی ایک کی بھی صراحتاً وارادتاً تحقیر و تضحیک اور استہزاو تمسخر[3] اسلام کی اساسیات پر

---

۱ ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ (الحج: ٣٢)
”اور جو اللہ کے نام کی چیزوں کی تعظیم کرتا ہے تو یقیناً یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔“

۲ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ﴾ (المائدة: ٢)
”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی کرو۔“

✵ قوله تعالى: ﴿لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ﴾، لأن الله نهى عن استحلال شعائره ومعالم حدوده وإحلالها نهيًا عامًّا. (تفسير طبری: ٩/ ٤٦٥)
”اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿اللہ کے شعائر کو حلال نہ ٹھہراؤ﴾، کیونکہ اللہ نے اپنے شعائر اور اپنی حدود کی علامات کی توہین کی اور خلاف ورزی کرنے سے بہر صورت منع فرمایا ہے۔“

۳ ﴿قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٦٥ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ..﴾ (التوبة: ٦٥، ٦٦)
”کہہ دے کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟ بہانے مت بناؤ، بے شک تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کر لیا ہے۔“

حملہ اور اُنہیں مسمار کرنا ہے جو کہ موجبِ ارتداد و کفر[1] یا باعثِ فسق و نفاق ہے۔

③ بالخصوص قرآنِ کریم کی اہانت کرنا صریح کفر ہے [2]، جیسے اسے گندگی میں پھینکنا، روندنا، مذاق اُڑانا، شرمناک جگہوں پر لکھنا وغیرہ۔

④ اسی طرح مساجد میں فلمیں بنانا، اُنہیں تفریحی مقام سمجھنا [3] اور ان میں مردوزن کا فحش حرکات کرنا [4] مسجد کے تقدس کے منافی ہے۔

⑤ موجودہ عالمی ماحول میں آزادیٔ اظہار کے نام پر اسلام اور اس کے شعائر کو تضحیک، تحقیر اور تمسخر کا نشانہ بنایا جارہا ہے، جو دراصل امتِ مسلمہ کی دینی شناخت پر حملہ ہے۔ جبکہ مسلمانوں نے ہر دور میں شعائرِ دین کے تحفظ کو جان و مال سے مقدم رکھا؛ یہ صرف جذباتی غیرت نہیں بلکہ ایمانی ذمہ داری اور اسلامی شعور کا مظہر ہے۔ لہٰذا اس کا دفاع واجب ہے، کیونکہ ان کی بے حرمتی سے تعلیماتِ شرعیہ کے تشخص کا خاتمہ ہوتا ہے، تہذیبِ اسلامی کا وقار ختم ہوتا ہے اور دین کے اصولوں اور اساسیات میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

---

1 ﴿لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾ (آل عمران: ۱۸۱)
”بلاشبہ یقیناً اللہ نے ان لوگوں کی بات سن لی جنھوں نے کہا بے شک اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں، ہم ضرور لکھیں گے جو انھوں نے کہا اور ان کا نبیوں کو کسی حق کے بغیر قتل کرنا بھی اور ہم کہیں گے جلنے کا عذاب چکھو۔“
شعائر اللہ میں اللہ تعالیٰ کی توہین، انبیاء کی توہین اور قتل سے بھی بڑا جرم ہے۔

2 وَقَدْ اتَّفَقَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَنَّ مَنْ اسْتَخَفَّ بِالْمُصْحَفِ مِثْلَ أَنْ يُلْقِيَهُ فِي الْحُشِّ أَوْ يَرْكُضَهُ بِرِجْلِهِ إهَانَةً لَهُ إنَّهُ كَافِرٌ. (مجموع الفتاوى: ۸/ ۴۲۵)
”مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص مصحف کی بے حرمتی کرے، جیسے اسے بیت الخلا میں پھینک دے یا اسے پاؤں سے روندے توہین کی نیت سے، تو وہ کافر ہے۔“

3 ﴿وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً﴾ (الأنفال: ۳۵)
”اور ان کی نماز اس گھر کے پاس سیٹیاں بجانے اور تالیاں بجانے کے سوا کبھی کچھ نہیں ہوتی۔“

4 ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ﴾ (النور: ۱۹)
”بے شک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں بے حیائی پھیلے جو ایمان لائے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔“

تجاویز وسفارشات

① بین المسالک تحفظِ شعائرِ اسلام فورم بنایا جائے جو شرعی قانون سازی کروانے اور پہلے سے موجود قوانین پر عمل درآمد کی مؤثر تحریک چلائے۔

② اس حوالے سے عوامی سطح پر موجود شکوک وشبہات کے تدارک کے لیے علماء وداعیانِ دین کی تحقیقی مجالس کا انعقاد کرے۔

③ علمائے کرام رفع شبہات کی بابت علمی و تحقیقی کتب، مضامین اور تعلیمی اداروں کے لیے نصابی لٹریچر تیار کریں۔

④ جبکہ داعیانِ دین دفع شبہات کے لیے تمام اسباب وذرائع؛ خصوصاً سوشل میڈیا کے پلیٹ فارمز پر ریلز، شارٹ کلپس اور پوڈکاسٹس کے ذریعے مضبوط جدوجہد کریں۔

اہم قرار دادیں

① توہینِ رسالت کے مرتکبین کی سہولت کاری اور قانونِ توہینِ رسالت کو غیر مؤثر بنانے کے لیے عدالتی کمیشن بنانا، سنگین جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کی ہم نوائی ہے۔

② مسجد اقصیٰ اور اس کے گرد ونواح میں ہونے والے ظلم کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی نسل کشی کے ساتھ ساتھ مسجد اقصیٰ پر یہود کا تسلط ناقابلِ قبول ہے۔ اسی طرح دنیا بھر کی مساجد کے تقدس کی حفاظت اُمتِ مسلمہ اور مسلم حکمرانوں کی ذمہ داری ہے۔

③ ٹرانس جینڈر بل، عورت مارچ اور دیگر ذرائع سے پھیلائے جانے والی بے حیائی کی مذمت کرتے ہیں۔

④ پرائیویٹ یا سرکاری تعلیمی اداروں میں طلبہ پر تشدد ناقابل تلافی نقصان ہے۔

⑤ جرگے اور پنچایت کے حکم پر غیرت کے نام پر قتل کرنا ظلم وزیادتی ہے، جس کی ہم مذمت کرتے ہیں۔

دفاعِ شعائر اللہ سیمینار میں پریس اور میڈیا کے لیے پیش کی جانے والی

تجاویز وسفارشات

① تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ، دفاعِ صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم اور تعظیم شعائر اسلام کی جد وجہد واجباتِ شرعیہ میں سے ہے اور ہمارے ایمان کا تقاضا ہے۔

② رسول کریم ﷺ کی توہین، تنقیص اور تعریض کرنا ملت اسلامیہ سے خارج ہونے کا سبب ہے، مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے اور وطن عزیز کے امن کو خراب کرنے کا باعث ہے۔

③ صحابہ کرام واہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم اور شعائرِ اسلام کی توہین، تنقیص اور تعریض کرنا صریحاً گمراہی ہے اور بین المسالک فساد پیدا کرنے کی ناپاک کوشش ہے۔

④ حالیہ بلاسفیمی کیسز میں سازش کا سدباب کرنا پاکستانی مسلم حکومت کی ذمہ داری ہے۔

⑤ توہین ناموسِ رسالت کو روکنے کے لیے عالمی سطح پر اسے جرم تسلیم کروانے کے لیے حکومت کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

⑥ بلاسفیمی کیسز میں جن مجرموں کو سزا سنائی جا چکی ہے، ان پر فوری عمل کیا جائے۔

⑦ توہین سے متعلقہ زیرِ سماعت مقدمات کا فوری فیصلہ کیا جائے۔

⑧ جن مقدمات کے بارے میں شکوک و شبہات کا اظہار کیا جا رہا ہے ان کے بارے میں علماء کمیٹی کی موجودگی میں غور کر کے ان کے تحفظات کو دور کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

⑨ توہینِ رسالت کیسز کے ملزمان کو عدالت کے فیصلے سے پہلے گستاخ قرار دینا اور قتل کرنا شرعاً و قانوناً بہت بڑا جرم ہے۔

⑩ قانون توہینِ رسالت کو غیر موثر بنانے اور ترمیم کرنے والے پروٹیکشن گروپ کی اندرونی وبیرونی فنڈنگ کو بند کیا جائے اور سوشل میڈیا وغیرہ پر ایسے توہین آمیز مواد اور اس کو پھیلانے والے عناصر پر فوری پابندی لگائی جائے اور قرار واقعی سزا دی جائے۔

⑪ اس مسئلے کی غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر بین المسالک "تحفظ شعائر اللہ فورم" قائم کر کے متحرک کیا جائے۔

⑫ حکومت سے اپیل کی جاتی ہے کہ اس مسئلے کی حساسیت کے پیش نظر اسی قدر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا جائے اور شعائرُ اللہ کی تعظیم و تقدیس کو یقینی بنایا جائے۔

داعیان

- علامہ حافظ ابتسام الٰہی ظہیر (چیئرمین قرآن وسنہ موومنٹ پاکستان)
- شیخ الحدیث مولانا محمد شفیق مدنی (مفتیٔ قرآن وسنہ موومنٹ پاکستان)
- ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی (وائس چیئرمین قرآن وسنہ موومنٹ، مدیر جامعہ لاہور الاسلامیہ، پاکستان)
- ڈاکٹر حافظ انس نضر (ناظم دعوت و تبلیغ قرآن وسنہ موومنٹ، مدیر مجلس التحقیق الاسلامی، پاکستان)
- ڈاکٹر حافظ شفیق الرحمن زاہد (چیئرمین قرآن وسنہ موومنٹ، پنجاب، مدیر الحکمہ انٹرنیشنل، پاکستان)

اعلامیہ کی تصدیق وتوثیق کرنے والے مفتیان کرام وشیوخ الحدیث
اوراس کی تائید وتحسین کرنے والے قائدین وزعماء اوراہل علم ودانش کے اسمائے گرامی

شیخ الحدیث حافظ عبدالستار الحماد حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ ابوعمار زاہد الراشدی حفظہ اللہ		ڈاکٹر نصیر اختر حفظہ اللہ	
شیخ الحدیث محمد رمضان سلفی حفظہ اللہ		شیخ الحدیث والتفسیر مولانا منظور مینگل حفظہ اللہ		ڈاکٹر حافظ حسن مدنی حفظہ اللہ	
شیخ الحدیث حافظ محمد شریف حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ مولانا اللہ وسایا حفظہ اللہ		ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی حفظہ اللہ	
شیخ الحدیث ابوعمر عبدالعزیز نورستانی حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ مولانا حنیف جالندھری حفظہ اللہ		ڈاکٹر حافظ انس نضر مدنی حفظہ اللہ	
شیخ الحدیث حافظ عبدالغفار روپڑی حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ مفتی طارق مسعود حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ محمد حسین ظاہری حفظہ اللہ	
شیخ الحدیث ثناء اللہ زاہدی حفظہ اللہ		ڈاکٹر شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ مفتی محمد اجمل بھٹی حفظہ اللہ	
شیخ الحدیث حافظ عبدالغفار المدنی حفظہ اللہ		جناب امیر العظیم صاحب		فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبید الرحمٰن محسن حفظہ اللہ	
شیخ الحدیث عبدالرشید مجاہد آبادی حفظہ اللہ		جناب لیاقت بلوچ صاحب		ڈاکٹر حافظ اسحٰق زاہد حفظہ اللہ	
شیخ الحدیث حافظ محمد امین محمدی حفظہ اللہ		پیر محمد مظہر سعید شاہ حفظہ اللہ		مفتی عبدالخالق حفظہ اللہ	
شیخ الحدیث حافظ محمد الیاس اثری حفظہ اللہ		صاحبزادہ حافظ معتصم الٰہی ظہیر حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ مفتی محمد یوسف طیبی حفظہ اللہ	
شیخ الحدیث خالد بن بشیر مرجالوی حفظہ اللہ		قاری خلیل الرحمٰن جاوید حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ ابوعدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ	
شیخ الحدیث مفتی عبدالرحمٰن عابد حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ سید طیب الرحمٰن زیدی حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ سید توصیف الرحمٰن راشدی حفظہ اللہ	
شیخ الحدیث امین اللہ پشاوری حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ سید محمد سبطین شاہ نقوی حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ مولانا محمد یحییٰ عارفی حفظہ اللہ	
شیخ الحدیث غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ حافظ محمد عمر صدیق حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ خاور رشید بٹ حفظہ اللہ	
شیخ الحدیث حافظ شیر محمد حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ نجیب اللہ طارق حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ مفتی عطاء الرحمٰن علوی حفظہ اللہ	
شیخ الحدیث مفتی عبدالولی خان حفظہ اللہ		سید عبدالبصیر حفظہ اللہ بن الشیخ عبدالسلام رستمیؒ		فضیلۃ الشیخ عبدالحنان سامرودی حفظہ اللہ	
شیخ الحدیث محمد مالک بھنڈر حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ عبدالحمید کامبتوی حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ حمید الرحمن جمیل حفظہ اللہ	
شیخ الحدیث عبدالرشید تونسوی حفظہ اللہ		ڈاکٹر حافظ شفیق الرحمٰن زاہد حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ عبید اللہ المدنی حفظہ اللہ	

اعلامیہ کی تصدیق وتوثیق کرنے والے مفتیان کرام وشیوخ الحدیث
اور اس کی تائید وتحسین کرنے والے قائدین وزعماء اور اہل علم ودانش کے اسمائے گرامی

شیخ الحدیث مولانا زید احمد حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ		ڈاکٹر حافظ محمد زبیر حفظہ اللہ	
شیخ الحدیث جاوید اقبال سیالکوٹی حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ حافظ شاہد رفیق حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ فیض اللہ ناصر حفظہ اللہ	
شیخ الحدیث مولانا محمد ہود حفظہ اللہ		جناب عبدالوارث گل صاحب		فضیلۃ الشیخ حافظ خضر حیات حفظہ اللہ	
شیخ الحدیث ابونعمان بشیر احمد حفظہ اللہ		جناب قیصر احمد راجہ صاحب		پروفیسر سیف الرحمٰن بٹ حفظہ اللہ	
شیخ الحدیث محمد ادریس اثری حفظہ اللہ		ڈاکٹر علی اکبر الازہری صاحب		فضیلۃ الشیخ عبدالحلیم بلال حفظہ اللہ	
شیخ الحدیث عبدالرحمٰن یوسف مدنی حفظہ اللہ		ڈاکٹر محمد امین صاحب		فضیلۃ الشیخ عبدالرزاق اظہر حفظہ اللہ	
شیخ الحدیث عبدالولی حقانی حفظہ اللہ		مولانا اجمل قادری صاحب		فضیلۃ الشیخ عبدالوکیل ناصر حفظہ اللہ	
شیخ الحدیث ساجد منیر فاروقی حفظہ اللہ		مفتی سید عاشق حسین صاحب		فضیلۃ الشیخ اسعد محمود سلفی حفظہ اللہ	
فضیلۃ الشیخ محمد صفدر عثمانی حفظہ اللہ		جناب ابوبکر قدوسی صاحب		فضیلۃ الشیخ علامہ منیر احمد وقار حفظہ اللہ	
فضیلۃ الشیخ محمد سعید کلیروی حفظہ اللہ		مولانا اختر علی محمدی حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالحنان کیلانی حفظہ اللہ	
فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالقہار محسن حفظہ اللہ		ڈاکٹر حافظ محمد رفیق حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن سلفی حفظہ اللہ	
فضیلۃ الشیخ عمران ناصر حفظہ اللہ		فضیلۃ الشیخ مولانا عمران عریف حفظہ اللہ		مولانا عبدالقیوم ظہیر حفظہ اللہ	

سرپرستی وتوثیق
فضیلۃ الشیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

سرپرستی وتوثیق
فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

سرپرستی وتوثیق
فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ

سرپرستی وتوثیق
فضیلۃ الشیخ حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ

مفتی جماعت، سرپرست اعلیٰ پنجاب
فضیلۃ الشیخ مولانا محمد شفیق مدنی حفظہ اللہ

چیئرمین قرآن وسنہ موومنٹ پاکستان
علامہ حافظ ابتسام الٰہی ظہیر حفظہ اللہ

مولانا اصلاحی کی تفسیر ''**تدبر قرآن**'' میں
فکری تضادات و تناقضات

پروفیسر محمد رفیق

قسط ۲

۸۔ قرآن کے حکم میں تخصیص یا تحدید

تفسیر ''تدبر قرآن'' میں کہیں یہ دعویٰ کیا ہے کہ اخبار آحاد (احادیث) کی بنا پر قرآن کے کسی عام حکم کی تخصیص ہو سکتی ہے نہ اسے محدود کیا جا سکتا ہے مگر کئی جگہوں پر ضرورت کے مطابق اخبار آحاد ہی سے عام حکم کی تخصیص بھی مانی ہے اور اس کی تحدید بھی تسلیم کی ہے۔

سورہ النور (۲۴/ ۲) کی تفسیر میں زانی کے لیے سو کوڑوں کی سزا کے قرآنی حکم کو حکم عام مانتے ہیں اور اخبار آحاد کے ذریعے اس حکم عام میں جو تخصیص ہوئی ہے کہ شادی شدہ زانی کے لیے سو کوڑوں کی بجائے رجم (نگساری) کی سزا ہے، اس کا انکار کرتے ہیں، چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ:

''اس آیت پر فقہاء کی یہ قید بڑی اہم ہے۔ اس کو تخصیص کہے یا نسخ، مجرد اخبار آحاد کی بنا پر قرآن کے کسی حکم عام کو اس طرح مقید یا منسوخ کر دینا بہر حال ایک ایسی بات ہے جس پر دل مطمئن نہیں ہوتا۔''[۱]

مزید فرماتے ہیں:

''اسی طرح شادی شدہ زانی کی اصل سزا، جیسا کہ آیت سے واضح ہے، ہے تو تازیانہ ہی۔''[۲]

لیکن دوسرے مقامات پر انہوں نے اخبار آحاد کے ذریعے اپنے دل کے اطمینان کے ساتھ قرآن کے حکم عام میں نہ صرف تخصیص مانی ہے بلکہ اس کو محدود و مقید کرنا بھی مانا ہے، مثلاً:

① چنانچہ وہ سورہ النساء (۴/ ۱۲) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

---

۱ تدبر قرآن: ۵/ ۳۶۵

۲ تدبر قرآن: ۵/ ۳۷۴

"قرآن نے وصیت اور قرض دونوں کے لیے یہ شرط لگادی ہے کہ یہ ﴿غَيْرَ مُضَآرٍّ﴾ ہو یعنی اس سے مقصود محض شرعی وارثوں کو نقصان پہنچانا نہ ہو۔ اسی بنیاد پر نبی کریم ﷺ نے وصیت کو ثلث مال تک محدود فرمایا تا کہ اس سے اصلی وارثوں کی حق تلفی نہ ہو۔"[1]

دیکھ لیجیے اس جگہ صاحب "تدبر قرآن" نے قرآن کے وصیت کے حکم عام کو اخبار آحاد کے ذریعے ثلث مال (ایک تہائی مال) سے مقید مان لیا ہے۔

④ سورہ النساء کی آیت ۳۴ کے الفاظ ﴿وَاضْرِبُوهُنَّ﴾ (اور ان کو سزا دو) کی تفسیر میں لکھا:

"اگر معاملہ اس سے بھی بنتا نظر نہ آئے تو آخری درجے میں مرد کو جسمانی سزا دینے کا بھی اختیار ہے۔ لیکن یہ صرف اس حد تک ہونی چاہیے جس حد تک ایک معلم و مؤدب اپنے کسی زیر تربیت شاگرد کو دے سکتا ہے آنحضرت ﷺ نے "غیر مبرح" کے الفاظ سے اس کی حد واضح فرمادی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سزا ایسی نہ ہو کہ وہ کوئی پائیدار اثر چھوڑ جائے۔"[2]

دیکھ لیجیے یہاں بھی انہوں نے قرآن کے عام حکم کو خبر واحد سے کسی طرح محدود اور مقید مان لیا ہے، کیونکہ یہ تحدید ان کی روشن خیالی کو سپورٹ کرتی تھی۔

③ سورہ المائدہ (۵/۳۸) میں چوری کی سزا کی تفسیر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"فقہاء نے چوری پر قطع ید کی سزا نافذ کرنے کے لیے مندرجہ ذیل قیدیں عائد کی ہیں:

(۱) چوری کسی قدر و قیمت رکھنے والی چیز کی گئی ہو، بے قیمت یا کسی چھوٹی موٹی چیز کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جائے گی۔ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں کسی کو معمولی چیزوں کی چوری پر یہ سزا نہیں دی گئی۔ قدر و قیمت کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے اور یہ اختلاف اس بات کا ثبوت ہے کہ اس میں اختلاف کی گنجائش ہے۔ حنفیہ کے نزدیک ایک دینار سے کم قیمت کی چیز پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جائے گی۔"[3]

اس جگہ بھی قارئین دیکھ سکتے ہیں کہ صاحب "تدبر قرآن" نے قرآن کے ایک حکم عام میں اخبار آحاد کے

---

۱ تدبر قرآن: ۲/۲۶۲

۲ تدبر قرآن: ۲/۲۹۳

۳ تدبر قرآن: ۲/۵۱۲

ذریعے تحدید کو اور ایک مطلق حکم کے مقید ہونے کو تسلیم کر لیا ہے۔

۹۔ حدیث و سنت کی حیثیت واہمیت میں تضاد

صاحبِ ”تدبر قرآن“ کے ہاں حدیث و سنت کی شرعی حیثیت واہمیت کے بارے میں بڑے واضح تضادات پائے جاتے ہیں۔ ان کا تصور حدیث سخت الجھاؤ کا شکار ہے۔ وہ کبھی حدیث کو ماخذ شریعت، حجت اور واجب الاطاعت مانتے ہیں اور کبھی اسے خبر واحد قرار دے کر ناقابل اعتبار ٹھہراتے ہیں۔ کبھی حدیث اور سنت میں فرق کر کے سنت کو ”سنت متواترہ ومشہورہ“ کا نام دے کر اسے حجت تسلیم کرتے ہیں اور کبھی حدیث سے احکام اخذ کرنے کے بجائے اسے محض ”آداب“ کا درجہ دیتے ہیں۔ اس لیے ذیل میں ہم ان کے اسی انوکھے، پیچیدہ اور رولیدہ تصور حدیث کو خود ان کی تحریروں کے حوالوں سے بے نقاب کریں گے:

ا۔ حدیث و سنت کے احکام حجت اور واجب العمل ہیں

صاحبِ ”تدبر قرآن“ کبھی اس حقیقت کو مانتے ہیں کہ حدیث و سنت سے ثابت شدہ احکام حجت، واجب الاطاعت اور واجب العمل ہوتے ہیں۔ چنانچہ

① سورہ الجمعہ (۶۲/۱۱) کی تفسیر ذیل میں انہوں نے لکھا ہے کہ:

> ”اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے دیے ہوئے احکام عین اللہ کے احکام ہیں [۱]۔“

② سورہ الاحزاب (۳۳/۳۶) کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں کہ:

> ”اللہ کے رسول جو فیصلہ بھی کرتا ہے وہ اللہ کے اذن سے کرتا ہے۔ اس وجہ سے اس کی حیثیت مطاع مطلق کی ہوتی ہے۔ پھر کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ اس پر معترض ہو یا اس کی خلاف ورزی کرے، جو اس کی خلاف ورزی کرے گا وہ کھلی گمراہی میں جا پڑا۔ [۲]“

③ سورہ النساء (۴/۵۹) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”قانون اسلامی کے مرجع کی حیثیت سے کتاب اللہ کی طرح سنت رسول اللہ ﷺ کی حیثیت بھی مستقل اور دائمی ہے۔ [۳]“

---

۱ تدبر قرآن: ۸/ ۳۸۸

۲ تدبر قرآن: ۶/ ۲۳۲

۳ تدبر قرآن: ۲/ ۳۲۵

④ پھر سورہ الحشر (۵۹/۷) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

"یہاں رسول کا یہ درجہ جو فرمایا گیا ہے کہ جو کچھ وہ دے وہ لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ، اگرچہ اس کا ایک خاص محل ہے لیکن اس سے جو حکم مستنبط ہوتا ہے وہ بالکل عام ہو گا، یعنی زندگی کے ہر معاملے میں رسول کے ہر حکم و نہی کی بے چون وچرا تعمیل کی جائے گی اس لیے کہ رسول کی حیثیت جیسا کہ قرآن میں تصریح ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیے ہوئے ایک واجب الاطاعت ہادی کی ہوتی ہیں۔[۱]"

۲۔ حدیث و سنت احکام کا ماخذ نہیں محض آداب سیکھنے کا ذریعہ ہے

مذکورہ بالا حوالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ صاحبِ "تدبر قرآن" حدیث و سنت کو ماخذ شریعت، ماخذ احکام، حجت اور واجب الاطاعت سمجھتے ہیں مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ وہ حدیث و سنت کو محض "آداب" سیکھنے کا ایک ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ سورہ المائدہ (۵/۶) کی تفسیر میں انہوں نے لکھا ہے کہ:

"رہے یہ سوالات کہ دھونے کا طریقہ کیا ہے، مذکورہ اعضاء ایک ایک بار دھوئے جائیں یا دو دو، تین تین بار، مَل مَل کر دھوئے جائیں یا صرف پانی بہا دیا جائے۔ کنپٹی داڑھی اور کہنیوں کے معاملے میں کیا طریقہ اختیار کیا جائے تو ان کا تعلق احکام سے نہیں بلکہ آداب سے ہے اور آداب سیکھنے کا بہترین ذریعہ نبی ﷺ کی سنت ہے۔ آپ ﷺ کی سنت سے جو باتیں ثابت ہوں خواہ اس کی شکلیں مختلف ہوں سب میں خیر و برکت ہے۔[۲]"

۳۔ تمام احادیث ظنی، غیر معتبر اور ضعیف ہیں

صاحبِ "تدبر قرآن" پہلے تو سنت کو دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں، ایک کو حدیث اور دوسری کو "سنت متواترہ" کا نام دیتے ہیں۔ پھر صرف سنت متواتر کو معتبر اور باقی پورے ذخیرہ احادیث کو ظنی، غیر معتبر اور ضعیف قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ انہوں نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں مغالطہ آمیز اور پر فریب انداز میں "احادیث و آثار صحابہ" کے عنوان سے لکھا ہے کہ:

---

۱ تدبر قرآن: ۸/ ۲۹۳

۲ تدبر قرآن: ۲/ ۴۶۹

”تفسیر کے ظنی ماخذوں میں سے سب سے اشرف اور سب سے زیادہ پاکیزہ چیز ذخیرہ احادیث و آثار ہے۔ اگر ان کی صحت کی طرف سے پورا پورا اطمینان ہو تا تو تفسیر میں ان کی وہی اہمیت ہوتی جو اہمیت ”سنت متواترہ“ کی بیان ہوئی۔ لیکن ان کی صحت پر اس طرح کا اطمینان چونکہ نہیں کیا جاسکتا اس وجہ سے ان سے اسی حد تک فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے جس حد تک یہ قطعی اصولوں سے موافق ہوں جو اوپر بیان ہوئے ہیں۔“[1]

چنانچہ ان کی رائے میں قربانی اور صفا و مروہ کی سعی تو ”سنت متواترہ“ ہے مگر صحیحین کی وہ تمام احادیث ظنی اور ناقابل اعتبار ہیں جن میں شادی شدہ زانی کے لیے حد رجم یعنی سنگساری کی سزا بیان ہوئی ہے۔ اس طرح وہ انکار حدیث میں منکر حدیث سے کچھ کم نہیں ہیں۔

۱۰۔ مرتد کی سزا میں تضاد

اہل علم جانتے ہیں کہ اسلام میں سنت کی رو سے مرتد کی سزا قتل ہے[2] اور اس پر امت کا اجماع واتفاق ہے۔

مگر صاحبِ ”تدبر قرآن“ مرتد کی سزا کے بارے میں الجھاؤ (Confusion) کا شکار بھی ہیں اور تضاد بیانی سے بھی کام لیتے ہیں۔ کبھی مرتد کو واجب القتل قرار دیتے ہیں اور اس کی تائید میں تورات کا حوالہ بھی دیتے ہیں کہ موسوی شریعت میں بھی مرتد کے لیے قتل ہی کی سزا تھی، پھر پینترا بدل کر کہتے ہیں کہ قتل کی سزا صرف اس مرتد کو دی جاسکتی ہے جو ارتداد کے ساتھ ساتھ بغاوت کا بھی مرتکب ہو۔ وہ باغی اور غیر باغی مرتد کی تفریق کر کے یہ الجھاؤ پیدا کرتے ہیں کہ اسلام میں مرتد کی سزا کا سبب ارتداد نہیں بلکہ اس کی بغاوت ہے۔

انہوں نے سورہ البقرہ کی آیت ۲۱۷ کے الفاظ ﴿حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فِي الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ﴾ (تو یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے۔) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”جو شخص مرتد ہو جاتا ہے وہ اسلامی ریاست میں جملہ شہری حقوق سے محروم جاتا ہے، ریاست پر اس کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ اسی اصول پر اسلامی تعزیرات کا وہ قانون مبنی ہے جو مرتدوں کی سزا سے متعلق ہے۔“[3]

---

۱ تدبر قرآن، مقدمہ: ۱/ ۳۰

۲ صحیح بخاری: ۲۸۷۹، ۶۹۲۲، ابو داؤد ۴۵۰۲

۳ تدبر قرآن: ۱/ ۵۱۳

احکام ومسائل

اسلام آباد میں گرین بیلٹ پر واقع

مساجد کی شرعی حیثیت اور چند غور طلب پہلو

ڈاکٹر عبید الرحمن محسن

نو اور دس اگست ۲۰۲۵ کی درمیانی شب اسلام آباد میں واقع مدنی مسجد کو راتوں رات جدید مشینوں سے مسمار کر دیا گیا اور اس قدر پھرتی دکھائی گئی کہ ملبہ غائب کر کے اس کی جگہ نئے پودے بھی لگا دیئے گئے۔

یہ سب کچھ سی ڈے اے اور حکومت کے ان کارندوں نے کیا جو کئی عشروں سے نہ اسلام آباد کے پانی کا مسئلہ حل کر سکے، نہ بڑھتی ہوئی غیر قانونی سوسائٹیوں کو روک سکے، نہ صفائی کا قابل ذکر انتظام کر سکے اور نہ ہی اپنے ذمے عائد دیگر فرائض کو خوش اسلوبی سے سر انجام دے سکے لیکن مسجد کو منہدم کرنے کی کارروائی میں میں اتنے چاق وچوبند اور مستعد ثابت ہوئے کہ دنیا کو حیران کر دیا!

حکومت کے اس اچانک، غیر متوقع، سنگین اور حساس اقدام نے ملک بھر میں بے چینی کی لہر پیدا کر دی ہے اور مختلف حلقوں سے مختلف رد عمل سننے کو مل رہے ہیں۔ لبرلز اور سیکولرز کو تو ویسے ہی مساجد سے خار ہے۔ لیکن بعض دیندار اور مخلص احباب بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ چونکہ گرین بیلٹ سرکاری جگہ ہے لہٰذا حکومت کی اجازت کے بغیر اگر وہاں مساجد تعمیر کی گئی ہیں تو ایسی مساجد غیر شرعی اور غیر قانونی ہیں لہٰذا انہیں گرانے میں حرج نہیں۔

میں چونکہ خود اسلام آباد میں ایک عرصہ رہا ہوں اور گرین بیلٹ پر قائم مسجد دار السلام آئی ٹین ٹو، میں کم وبیش چار سال خطابت کے فرائض بھی انجام دیے ہیں، مجھے اس صورت حال کا کسی حد تک ادراک ہے، کہ گرین بیلٹ پر مساجد کی تعمیر کیوں ہوتی ہے؟ اور محرکات کیا ہوتے ہیں؟ اس بنا پر چند سطور لکھ رہا ہوں تاکہ سادہ لوح لوگ غیر شعوری طور پر مسجد کے خلاف استعمال نہ ہو سکیں۔

ہر ذی شعور جانتا ہے کہ مساجد مسلمانوں کی بنیادی ترین ضرورت ہیں، اسلامی معاشرے کی پہچان، سکون کے مقامات اور عبادت کے مراکز ہیں۔ ان کی تعظیم وتوقیر اور تقدیس مسلمانوں کے ایمان وتقویٰ کا شعار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مساجد کی تعمیر اور ان کی رفعت وعظمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ۙ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ لَّا

تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ [النور:۳۷-۳۶]

”ان گھروں میں جن کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ وہ بلند کیے جائیں اور ان میں اس کا نام یاد کیا جائے، اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں ان میں صبح و شام۔ وہ مرد جنھیں اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے سے نہ کوئی تجارت غافل کرتی ہے اور نہ کوئی خرید و فروخت، وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔“

مساجد کی تعمیر اور آبادکاری اسلامی ریاست کا اولین فریضہ ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ [الحج: ۴۱]

”وہ لوگ کہ اگر ہم انھیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوۃ دیں گے اور اچھے کام کا حکم دیں گے اور برے کام سے روکیں گے۔ اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں مسلمان حکومت کے چار فرائض بیان ہوئے ہیں اور ان میں سب سے پہلا فریضہ معاشرے میں نماز کا نظام قائم کرنا ہے اور یہ مساجد بنائے بغیر ممکن نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو اپنے گھر بعد میں تعمیر کیے سب سے پہلے مسجد تعمیر کی۔ بلکہ راستے میں جہاں مدینہ تشریف آوری سے پہلے چند دن قیام کیا تو مسجد قبا کی بنیاد رکھی۔ مزید اپنی امت کو مساجد بنانے کی ترغیب دی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُتَّخَذَ الْمَسَاجِدُ فِي الدُّورِ، وَأَنْ تُطَهَّرَ وَتُطَيَّبَ[1].

”رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا: ”محلوں میں مسجدیں بنائی جائیں اور انہیں پاک وصاف رکھا جائے، اور ان میں خوشبو لگائی جائے۔“

پاکستان تو قائم ہی اسلام کے نام پر ہوا ہے اور اس کے دار الخلافہ کا نام بھی اسلام آباد ہے۔ اس لیے پاکستان کے دار الخلافہ اور اس کے حکمرانوں کی اولین ذمہ داری اسلام کی عمل داری کو قائم کرنا ہے۔

---

۱ ابو داؤد: ۴۵۵، صحیح

کیپٹل سٹی کے انتظام و انصرام کی ذمہ داری وہاں کے ادارے سی ڈی اے کے پاس ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ سی ڈی اے اس عظیم فریضے میں ہمیشہ سنگین غفلت کا مرتکب رہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہر ہر محلے میں مسجد ہونی چاہیے، اس لحاظ سے سی ڈی اے کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر محلے میں مسجد کا مناسب انتظام کرے۔ لیکن اسلام آباد کی آبادی بڑھتی رہی، نئے سیکٹرز قائم ہوتے رہے لیکن مساجد کے لیے منظم منصوبہ بندی نہیں کی گئی۔

اگر حکومت اس فریضے سے غافل رہی ہے تو کیا اسلام آباد کے مکین نماز باجماعت ترک کر دیتے؟ یہ ناممکن تھا۔ لہٰذا مسلمانوں سے جیسے ممکن ہوا قیمتی جگہیں اپنی گرہ سے خریدیں اور مساجد اپنی مدد آپ کے تحت تعمیر کیں۔ جہاں ایسا مناسب پلاٹ نہ مل سکا یا وہاں کے مکینوں کے پاس اتنی مالی گنجائش اور وسعت نہیں تھی وہاں دیندار لوگوں نے گرین بیلٹ پر عبادت کا فریضہ ادا کرنا شروع کر دیا۔

یاد رہے گرین بیلٹ کوئی چھوٹی سی جگہ نہیں، بعض اعداد و شمار کے مطابق اسلام آباد کا کم و بیش بیس فیصد گرین بیلٹ پر مشتمل ہے۔ مختلف سیکٹرز میں اس کی چوڑائی ڈیڑھ سو فٹ سے تین سو فٹ کے درمیان ہوتی ہے۔

کچھ مساجد تو بہت قدیم ہیں شاید اسلام آباد سے بھی پہلے کی۔ لیکن کچھ مساجد شدید دینی ضرورت کے تحت بنتی ہیں، جب کہ سی ڈی اس ضرورت کی تکمیل میں ناکام رہتی ہے۔ بعض مساجد کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ سیکٹر میں قریب مسجد نہ ہونے کی بنا پر اہل محلہ گرین بیلٹ میں نماز باجماعت شروع کر دیتے ہیں، شروع میں سی ڈی اے والے رکاوٹ ڈالتے ہیں، اہل محلہ مطالبہ کرتے ہیں کہ مسجد ہماری ضرورت ہے آپ ہمیں متبادل پلاٹ دے دیں، اس پر سی ڈے اے والے لاجواب ہو جاتے ہیں اور اہل محلہ اسی عارضی مسجد کو وقت کے ساتھ ساتھ پختہ اور مستقل بنیادوں پر کھڑا کرتے ہیں اور یہ سب کچھ سی ڈی اے کے علم میں ہوتا ہے۔

یہ سرکاری زمین اگر عبادت کے لیے استعمال ہوئی ہے تو یہ خود سی ڈی اے کی ناکام منصوبہ بندی، مساجد کی تعمیر میں اپنے فریضے سے غفلت کا نتیجہ ہے۔ اگر اہل محلہ نے مسجد بنائی ہے تو یہ سی ڈی اے کے فرض کی تکمیل کی ہے۔

کسی شخص کی ذاتی زمین پر اس کی رضامندی کے بغیر مسجد تعمیر کرنا فقہ اسلامی کے مطابق غصب شدہ زمین پر مسجد کی تعمیر کہلاتا ہے اور یہ سراسر ناجائز ہے۔ اسی طرح سرکاری جگہ پر بھی بلاوجہ اور بلا اجازت مسجد کی تعمیر اصولی طور پر درست نہیں ہے۔ لیکن گرین بیلٹ کی سرکاری زمین پر اس وجہ سے مسجد تعمیر کرنا کہ خود سرکار اپنے فریضے سے غافل ہے یہ اور نوعیت کا مسئلہ ہے۔

مدنی مسجد کے بارے میں یہ سمجھنا کہ وہ سرکاری جگہ پر قبضہ کرکے بنائی گئی تھی اور قبضہ والی جگہ پر مسجد بنانا جائز نہیں ہے، تو یہ قطعاً درست نہیں ہے۔ بعض لوگوں کے بقول یہ مسجد اسلام آباد کے دار الحکومت بننے سے پہلے کی ہے، جب کسی جگہ پر مسجد بن چکی ہے تو اسے خریدنا یا اس پر قبضہ کرنا نہ عام آدمی کے لیے جائز ہے اور نہ حکومت کے لیے درست ہے۔ اگر یہ مسجد اسلام آباد پلان کے بعد کی ہے تو بھی اسے پچاس سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے اور جنرل ضیاء الحق مرحوم کے بارے میں بتایا جارہا ہے کہ وہ یہاں سے گزرتے ہوئے اسی مسجد میں نماز ادا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی حکومتی وزراء اس میں نماز ادار کرتے رہے ہیں، ان میں سے بعض ایسی مساجد کی سرپرستی بھی کرتے رہے ہیں۔ تو ایسی صورت میں ایک طرح سے اسے حکومتی اور قانونی جواز بھی مل جاتا ہے۔ لہٰذا سی ڈی اے کا بلاوجہ اسے گرانا درست اقدام نہیں ہے۔

خود یہ مظلوم مدنی مسجد کا تاریخی پس منظر ہمارے خدشات کو تقویت دیتا ہے کہ اصل مسئلہ مسجد کے قانونی اور غیر قانونی ہونے کا نہیں بلکہ کچھ اور ہی ہے۔ مقامی ذرائع کے مطابق شہید کی گئی مدنی مسجد کو سرکار کی اپنی سرپرستی حاصل رہی ہے۔ خطیب و مؤذن کو سرکار کی طرف سے تنخواہ ملتی رہی ہے۔ پھر راتوں رات غیر قانونی ہوگئی ہے؟! چہ بوالعجبی است۔

گرین بیلٹ مفاد عامہ اور عوامی مصلحت کے لیے وسیع جگہ کا نام ہے اور مسجد بھی مفاد عامہ اور عوامی مصلحت کے لیے ہی بنائی جاتی ہے۔

ہمارے رجحان کے مطابق عوام کے دینی اور دنیاوی مصالح کا بیک وقت تحفظ حکومت کی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا کوشش یہ ہونی چاہیے تھی کہ ماحولیاتی تحفظ کی بھی ضمانت دی جاتی اور کئی عشروں سے جاری اس کشمکش کو ختم کرنے کے لیے حکومت کوئی ایسی مؤثر منصوبہ بندی کرتی، جس سے مساجد کے لیے ایک مؤثر ضابطہ اخلاق طے ہو جاتا اور ماحولیاتی تحفظ کی بھی ضمانت ہوتی۔

طرفہ تماشا یہ ہے کہ حکومتی لسٹ کے مطابق فیصل مسجد جیسی وسیع و عریض اور بین الاقوامی شہرت یافتہ مسجد بھی گرین بیلٹ پر واقع ہے۔ خدا نہ کرے کل کلاں حکومت اس قومی ورثے پر بھی بلڈوزر چلا دے۔ بعض حلقوں کی طرف سے کہا جارہا ہے کہ حکومتی فہرست میں مذکور فیصل مسجد معروف فیصل مسجد نہیں بلکہ کوئی اور فیصل مسجد ہے جو اسی نام سے ہے۔ لیکن فہرست میں امام مسجد کا نام معروف فیصل مسجد والے امام صاحب ہی ہیں اور فون بھی انہی کو کیا گیا ہے۔ اس سے آپ حکومتی نااہلی کا اندازہ کرسکتے ہیں!

گرین بیلٹس پر ہوٹلز، کیفے، دیگر تجاوزات بھی موجود ہیں، لیکن تجاوزات کا خاتمہ کرنے کی ابتدا ایک قدیم

مسجد سے کرنا اور ہمارے حکومتی کارندوں کا ماضی جیسے قرائن بتاتے ہیں کہ اصل مسئلہ گرین بیلٹ اور ماحولیاتی تحفظ نہیں بلکہ دال میں کچھ کالا ہے۔ اسلام آباد کا دینی تشخص ہی بعض حلقوں کے لیے ناقابل قبول ہے۔

مدنی مسجد کے قریب ہی وہ ہوٹل بھی ہے جسے انہی دنوں شراب کا اجازت نامہ میسر آیا ہے۔ یہ کس چیز کی غمازی ہے؟ کیا لبرل چہرہ دنیا کو دکھانا مقصود ہے؟ یا ماحول کے تحفظ کے نام پر کسی بیرونی فنڈنگ کو ہڑپ کرنا پیش نظر ہے؟ یا کوئی اور مخصوص لابی ہے؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ سب گرہیں کھلتی جائیں گی۔

جو بھی حقائق ہوں، راتوں رات ایک مسجد کو مسمار کرنے کا یہ عمل سخت تکلیف دہ اور افسوسناک ہے۔ ہمارے دین میں تو کسی دوسرے مذہب کی عبادت گاہ کو بھی گرانے کی اجازت نہیں، چہ جائیکہ مسلمانوں کی مسجد کو ایک اسلامی ملک میں منہدم کیا جائے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اسلام نے ہمیشہ تمام مذاہب کی عبادت گاہوں کا احترام سکھایا ہے۔

مسجد کی عظمت اور تقدس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے "بَيْتُ الله" یعنی اللہ کا گھر قرار دیا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ایک مسلمان اپنی جبین نیاز کو رب العالمین کے سامنے جھکا کر اس سے قرب حاصل کرتا ہے۔ اسی لیے مسجدیں صرف پتھر اور اینٹوں کا ڈھانچہ نہیں ہوتیں بلکہ یہ امت مسلمہ کی روحانی، فکری اور معاشرتی زندگی کا مدار ہوتی ہیں۔

قرآن مجید کے مطابق، اللہ کی مساجد میں عبادت کرنے سے روکنا اور انہیں ویران کرنے کی کوشش کرنا بدترین ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۱۴﴾

(سورۃ البقرہ:۱۱۴)

"اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے روکے اور ان کی ویرانی کی کوشش کرے؟ ایسے لوگوں کو ان مسجدوں میں داخل ہونے کا کوئی حق نہیں تھا مگر ڈرتے ہوئے۔ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔"

اس میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں سخت وعید سنائی ہے۔ دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذابِ عظیم، ان کے اس جرم کی سنگینی کو ظاہر کرتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اسلام آباد کی انتظامیہ کا یہ اقدام ایک عام عمارت کی مسماری نہیں بلکہ یہ اسلامی تعلیمات کی سنگین خلاف ورزی اور مسجد کی توہین ہے۔

اس مذموم اقدام سے مسلمانوں کے جذبات سخت مجروح ہوئے ہیں، اور غم وغصے سے بھرے ہوئے ہیں۔

کچھ لوگ اس مسماری کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ مسجد اسلام آباد کے قدرتی مناظر میں رکاوٹ تھی اور اسے ماحولیاتی تحفظ کی خاطر گرایا گیا۔ اسلامیان پاکستان کے نزدیک اس دلیل سے ایک مسجد کو شہید کرنے کا جواز پیش کرنا "عذر گناہ بدتر از گناہ" کے مترادف ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام آباد کے قدرتی حسن کو بڑی بڑی سوسائٹیز، ٹاورز اور پلازوں نے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے۔ جب بھی میں اس شہر میں جاتا ہوں، ۱۹۹۷ کے سرسبز و شاداب اسلام آباد کو یاد کرتا ہوں۔ سی ڈی اے کی نااہلی کا عالم یہ ہے کہ قدرتی برساتی نالوں کی گزرگاہوں پر بھی غیر قانونی تعمیرات ہو چکی ہیں، جس پر ماہرین مستقبل کے حوالے سے فکر مند ہیں۔

ان تمام سنگین مسائل کو نظر انداز کر کے ایک قدیم مسجد کو راتوں رات مسمار کرنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس کارروائی کے پیچھے محض قدرتی مناظر کا تحفظ نہیں، بلکہ کچھ اور محرکات کار فرما ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ غصب شدہ زمین پر مسجد بنانا شرعاً درست نہیں، فقہاء کے ہاں یہ ایک مسلمہ اصول ہے۔ اسی طرح تجاوزات پر قائم شدہ مساجد کی بھی علماء عمومی تائید نہیں کرتے۔ تاہم، اسلام آباد میں گرین بیلٹ پر قائم یا دیگر مقام پر قدیم مساجد کا معاملہ ذرا مختلف ہے، ان پر عام حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

ابن تیمیہ نے "الفتاوی الکبری" میں سرکاری زمین پر حکومت کی اجازت کے بغیر مسجد بنانے سے متعلق امام احمد کا فتویٰ نقل کیا ہے:

قَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ سَعِيدٍ الشَّالَنْجِيُّ: سَأَلْتُ أَحْمَدَ عَنْ طَرِيقٍ وَاسِعٍ وَلِلْمُسْلِمِينَ عَنْهُ غِنًى وَبِهِمْ إِلَى أَنْ يَكُونَ مَسْجِدًا حَاجَةٌ، هَلْ يَجُوزُ أَنْ يُبْنَى هُنَاكَ مَسْجِدٌ؟ قَالَ: لَا بَأْسَ إِذَا لَمْ يَضُرَّ بِالطَّرِيقِ[1].

"اسماعیل بن سعید الشالنجی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمدؒ سے پوچھا کہ "اگر ایک چوڑا راستہ ہو اور مسلمانوں کو اس کے علاوہ گزرنے کی سہولت بھی ہو اور انہیں وہاں مسجد بنانے کی ضرورت بھی ہو تو کیا وہاں مسجد بنائی جا سکتی ہے؟" انہوں نے کہا: "اس میں حرج نہیں جب تک راستے کو نقصان نہ پہنچے۔"

امام ابن تیمیہؒ نے بھی کھلے راستے پر مسجد بنانے کو مطلق طور پر جائز قرار دیا اور حکومت کی اجازت کی

---

١ الفتاوى الكبرى ابن تيمية:٥/١١١

شرط نہیں لگائی[1]۔“

ابن قدامہ نے ”المغنی“ میں کہا:

وإن بنى في طريق واسع في موضع لا يضر البناء فيه لنفع المسلمين كبناء مسجد يحتاج إليه للصلاة فيه في زاوية ونحوها، فلا ضمان عليه، و سواء في ذلك كله أذن الإمام أو لم يأذن[2].

”اگر کسی نے چوڑی سڑک میں ایسے مقام پر تعمیر کی جہاں اس سے کوئی نقصان نہ ہو اور اس کا مقصد مسلمانوں کا فائدہ ہو، جیسے ایسی مسجد بنانا جس کی نماز کے لیے ضرورت ہو، کسی کونے وغیرہ میں تو اس پر کوئی جرمانہ نہیں ہے، خواہ حکومت کی اجازت ہو یا نہ ہو۔“

دینی فتاویٰ اور شرعی رہنمائی کی مشہور سعودی ویب سائٹ (www.islamweb.net) پر وہاں کے علماء کرام سے سرکاری زمین پر مسجد بنانے کا فتویٰ پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے لکھا:

”ایسی زمین پر مساجد بنانا جو کسی کی ذاتی ملکیت نہ ہو بلکہ ریاست کی ملکیت ہو، اصولی طور پر جائز ہے، جب تک اس سے کسی دوسرے کو نقصان نہ پہنچے، جیسے ان کا راستہ بند کر دینا یا اسے اتنا تنگ کر دینا کہ اس سے انہیں نقصان پہنچے۔ نیز یہ بھی شرط ہے کہ لوگوں کو اس مسجد کی ضرورت ہو تو اس صورت میں حاکم وقت کی اجازت شرط نہیں ہے[3]۔“

اسلام آباد کے تمام علماء نے متفقہ طور پر یہ مطالبہ کیا ہے کہ حکومت اسی جگہ پر مسجد دوبارہ تعمیر کرے۔ رات کے اندھیرے میں مسجد کو منہدم کرنے کا منصوبہ بنانے والے اعلیٰ افسران کے خلاف توہینِ مسجد کی کارروائی کی جانی چاہیے۔ اس کے علاوہ، مسجد کے تقدس کے حوالے سے موجود قوانین کو نہ صرف فعال کیا جائے بلکہ اس میں ایسی نئی دفعات بھی شامل کی جائیں کہ آئندہ کسی کو بھی ایسی جسارت کرنے کی ہمت نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ اہل دین کی مدد فرمائے اور دین دشمنوں کو ذلیل وخوار کرے۔ آمین

---

۱ الفتاوى الكبرىٰ: ۵/ ۱۱۳

۲ المغني لابن قدامة: ۸/ ۴۲۵

۳ https://www.islamweb.net/ar/fatwa/۵۱۸۸۷

محدث عبدالعزیز رحیم آبادیؒ اور ان کی تصنیف حُسن البیان

ڈاکٹر طاہر اسلام عسکری

ماہ نامہ محدث میں ''فکر و منہاج'' کے عنوان سے ایک نیا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔ اس کالم کے تحت برصغیر کی تحریکِ اہل حدیث کے بنیادی اور نمایندہ علمی لٹریچر پر تعارفی و تبصراتی مقالات شایع کیے جائیں گے۔ مقصود یہ ہے کہ اہلِ علم اور طلبہ کو تحریکِ اہل حدیث کی فکری میراث اور علمی ذخیرے سے رُوشناس کرایا جائے اور ان کتب کی اہمیت وامتیازات کو اجاگر کیا جائے۔ اس سلسلے کا آغاز معروف تالیف ''حسن البیان'' پر مقالے سے کیا جا رہا ہے؛ آیندہ شماروں میں دیگر نمایندہ کتب پر بھی مقالات شایع ہوتے رہیں گے؛ ان شاء اللہ (ادارہ)

زیرِ نظر مقالہ دراصل محدثِ جلیل علامہ محمد عبدالعزیز رحیم آبادیؒ (م ۱۹۱۸ء) کی عظیم علمی تصنیف حسن البیان فی مافی سیرۃ النعمان کے ہندستانی اڈیشن (جنوری ۲۰۲۲ء) کے لیے بہ طور ابتدائیہ لکھا گیا تھا۔ قبل ازیں ۲۰۲۱ء میں جب یہ کتاب محسنِ ملت محترم ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کی سعیِ جمیل سے پاکستان میں شایع ہو کر منظر عام پر آئی تو انھوں نے راقم سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اس پر اپنے تاثرات قلم بند کرے؛ یہ مقالہ اسی خواہش کی تعمیل میں سپردِ قرطاس ہوا اور بھارتی طباعت (ص ۲۰۷ تا ۲۲۰) میں شامل کیا گیا۔

اب نظر ثانی اور معمولی حک و اضافے کے بعد اس مقالے کو افادۂ عام کے لیے ماہ نامہ محدث میں شایع کیا جا رہا ہے تاکہ نہ صرف کتاب کی علمی و تحقیقی اہمیت کا اندازہ ہو سکے بل کہ محدث رحیم آبادیؒ کی گراں قدر خدمات کا ایک اجمالی خاکا بھی سامنے آجائے۔ (مقالہ نگار)

اہل اسلام کے مابین یہ امر ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دین کی بنیاد محض کتاب و سنت ہے کہ دین کی تکمیل رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں ہو چکی اور اب اس میں کسی شے کا اضافہ نہیں کیا جاسکتا۔ دین اسلام کے بنیادی متون میں کتاب اللہ یعنی قرآن کریم کی تحریر و ترتیب کا کام خود آں حضرت ﷺ کے عہد مبارک میں

---

۱ مدیر، سہ ماہی نظریات، لاہور / فاضل، جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ)، لاہور

انجام پا گیا تھا؛ بعد ازاں اس کی جمع و تدوین حضرات صحابۂ کرامؓ کے ہاتھوں تکمیل کو پہنچی۔ اسلامی شریعت کے دوسرے اساسی متن یعنی سنت رسول ﷺ کے بعض نوشتے بھی جناب نبی کریم ﷺ کی اجازت اور حکم سے معرضِ تحریر میں آئے لیکن اصل توجہ قرآن عزیز پر مرکوز ہونے کی بنا پر سنت کی تدوین و ترتیب کا کام مؤخر رہا۔ اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ سنت دراصل قرآنی احکام اور اوامر و نواہی کا عملی اظہار یہ تھا، چناں چہ اسے تعامل کی صورت میں محفوظ کیا گیا؛ اسی طرح پیغمبر گرامی ﷺ کے احوال و ارشادات کی حفاظت کے لیے عربوں کے یہاں حفظ و اتقان کی غیر معمولی صلاحیتوں کو بھی بہ روے کار لایا گیا۔ پہلی صدی ہجری میں سنت کی کتابت پر بہ ہر حال زیادہ کاوش نہیں کی گئی کیوں کہ عربوں کو اپنے حافظے پر بہت ناز تھا اور لکھنے کو وہ زیادہ پسند نہیں کرتے تھے۔

عہدِ تابعین میں یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ قرآن حکیم کے مانند اس کی تفسیر و تبیین یعنی سنتِ رسول ﷺ کو بھی دستاویزی شکل میں مدون کیا جائے؛ چناں چہ جناب عمر بن عبد العزیزؒ (م ۱۰۱ھ) کے ایما پر ائمۂ سنت نے اس کا بیڑا اٹھایا اور امام شعبی (م ۱۰۹ھ)، امام ابن شہاب زہری (م ۱۲۴ھ) اور قاضیِ مدینہ ابو بکر ابن حزم (م ۱۲۰ھ) رحمہم اللہ علیہم نے روایاتِ سنت کے مختلف مجموعے تیار کیے جنھیں اسلامی مملکت کے مختلف گوشوں میں پہنچا دیا گیا۔ ان بزرگوں کا زمانہ دوسری صدی ہجری کا ہے اور اسی صدی میں امام دار الہجرۃ مالک بن انسؒ (م ۱۷۹ھ) کا عظیم الشان ذخیرۂ حدیث مدون ہوا جسے آج موطا امام مالک کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کے متعلق امام کے تلمیذِ رشید امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کا قول ہے کہ صفحۂ گیتی پر کتاب اللہ کے بعد مالک کی کتاب سے بڑھ کر صحیح کتاب اور کوئی نہیں: ما علی ظهر الأرض كتاب بعد كتاب الله أصحُّ من كتاب مالك. اس زمانے میں اور بھی بہت سی کتابیں لکھی گئیں جن میں جامع سفیان ثوریؒ قابل ذکر ہے۔

دواوینِ سنت کی جمع و ترتیب کا یہ سلسلہ چلتا رہا اور تیسری صدی ہجری میں اپنے عروج و کمال کو پہنچا جس میں صحاح ستہ اور دیگر معروف کتب حدیث کی تدوین ہوئی۔ حدیث و سنت کی جمع و تدوین کا یہ سارا عمل جس مبارک جماعت کے ہاتھوں تکمیل پذیر ہوا، اسے اہل الحدیث اور طائفۂ محدثین سے موسوم کیا جاتا ہے۔ قرآن مقدس کی مراد و منشا یعنی سنت نبوی کی نقل و روایت اور اسے کتابی صورت میں پیش کرنے کا یہ کارنامہ اس قدر مہتم بالشان ہے کہ امت کبھی اس احسانِ عظیم کے شکریے سے سبک دوش نہیں ہو سکتی۔ اب ہر شخص مذہب اسلام کے بنیادی متون کو بہ آسانی اپنے مطالعے میں لا سکتا اور اس چشمۂ ہدایت سے کسبِ فیض کر سکتا ہے۔

اہل الحدیث نے صرف متونِ کتاب و سنت کے ضبط و تدوین ہی پر اکتفا نہیں کیا بل کہ اس کے پہلو بہ پہلو

اِن تحریری نوشتوں کی تفہیم و توضیح کا فریضہ بھی سر انجام دیا اور اس کے لیے وحیِ الٰہی کے اولین مخاطبین یعنی صحابۂ کرامؓ کے طرزِ فکر و عمل سے بھرپور استفادہ کیا۔ ان کا زاویۂ نگاہ یہ تھا کہ جس طرح قرآن و سنت کے الفاظ کی نقل و روایت کا سلسلہ بلا انقطاع جناب رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہے، اسی طرح ان کا فہم بھی اسی وقت معتبر ہو گا جب اس کی سند اُن نفوسِ قدسیہ سے ملے گی جو اِن کے سب سے پہلے مخاطب تھے۔ زندگی میں پیش آمدہ نو بہ نو مسائل کے حل و کشود کے لیے وہ فکر و اجتہاد کے بھی قائل تھے اور بہ وقتِ ضرورت اسے کام میں لاتے تھے؛ مگر اس باب میں وہ تکلف اور تصنع کو اچھا نہیں گردانتے تھے اور نہ فرضی مسائل وضع کرکے ظن و تخمین سے ان کا جواب تلاش کرنے ہی کو مستحسن سمجھتے تھے۔ اہل الحدیث کا مرکز چوں کہ حجاز رہا ہے جسے مہبطِ وحی کا درجہ حاصل ہے، اس لیے انھیں احادیث و آثار کے وسیع ذخیرے تک بہ سہولت رسائی حاصل تھی؛ چناں چہ ان کے یہاں دُور اَز کار عقلی توجیہات کا چلن رواج نہ پا سکا اور نہ اس کی نوبت ہی آئی۔

اس کے بالمقابل مرکزِ وحی سے دور دراز کے علاقوں میں جہاں آثار و سنن کے ذخائر اتنی کثیر تعداد میں دست یاب نہ تھے، بعض بزرگوں نے مسائلِ حیات کی گتھیاں سلجھانے کے لیے اپنے مشائخ کے اقوال و فتاویٰ پر بنائے استنباط رکھی اور قیاس و استحسان سے نسبتاً زیادہ استناد کیا۔ اس طریقِ استدلال کو اپنانے والا دبستان اہل الرائے کے نام سے معروف ہوا۔ اہل الحدیث کی علمی روایت میں اصحابِ پیغمبرؐ کے بعد امام سعید بن مسیب (م ۹۴ھ)، امام مالک (م ۱۷۹ھ)، امام شافعی (م ۲۰۴ھ)، امام احمد (م ۲۴۱ھ) اور ائمۂ حدیث و اصحابِ سنن کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں جب کہ دوسرے مکتبِ خیال کی سرکردہ شخصیات میں جناب ابراہیم نخعی (م ۹۶ھ)، حماد بن ابی سلیمان (م ۱۲۱ھ)، امام اعظم ابوحنیفہ (م ۱۵۰ھ)، امام ابویوسف (م ۱۸۲ھ) اور امام محمد شیبانی (م ۱۸۹ھ) رحمۃ اللہ علیہم خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

ابتدائی ادوار میں یہ ایک علمی اختلاف تھا جس کی بنیاد بہ ہر حال طریق اجتہاد تھی کہ ہر دو فریق تقلید کے بجائے علمی استدلال اور اجتہاد کے علم بردار تھے؛ اگرچہ ان کے اسالیبِ استنباط میں اختلاف پایا جاتا تھا اور تعصب سے دامن بچاتے ہوئے منصفانہ تجزیہ کیا جائے تو یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ ان میں سے اہل الحدیث کا اندازِ فکر اور طریقِ اجتہاد کتاب و سنت اور صحابۂ کرامؓ سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے؛ چناں چہ غیر جانب دار محققین نے اس کا کھلم کھلا اعتراف کیا ہے جس کی سب سے بڑی مثال حجۃ الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۷۶۲ء) ہیں جنھوں نے اپنی شاہ کار تصنیف حجۃ اللہ البالغہ اور دیگر کتابوں میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔ دوسرے بزرگوں کے طرزِ استنباط کی بنیاد بھی خدانخواستہ حدیث و سنت سے کسی نفور یا بے زاری پر استوار نہ

تھی بل کہ روایات و آثار کی عدم دست یابی ان کی راہ میں حائل تھی۔

ان دونوں مکاتبِ فکر میں اختلافات کے باوصف باہم استفادے کی راہیں کبھی مسدود ہوئیں اور نہ اس میں کوئی عار ہی محسوس کی گئی؛ چناں چہ تاریخ کے اوراق میں یہ حقائق بہ تمام و کمال موجود ہیں کہ اہل الرائے کے نمایاں عالم امام محمد شیبانیؒ نے اس وقت کے اہل الحدیث کے سرخیل امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) سے اکتسابِ علم کیا اور جماعت محدثین کے مایۂ ناز رکن امام محمد بن ادریس شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے امام محمد شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیے۔ ایک دوسرے کے علوم و افکار سے اخذ و استفادے کے اس قابل رشک تفاعل سے ہر دو مدارس پر بڑے اہم اور مفید اثرات مرتب ہوئے اور جہاں اہل الرائے میں حدیث و اثر سے اشتغال بڑھا، وہیں اہل الحدیث میں تعقلاتی اندازِ فکر کو فروغ ہوا جیسا کہ ان دونوں ائمہ کی علمی نگارشات سے عیاں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ علمی مکالمے کی قابل رشک روایت بھی انھی ائمہ کے ہاتھوں پروان چڑھی جیسا کہ امام محمدؒ کی الحجۃ علیٰ اھل المدینۃ اور ان کے ساتھ امام شافعیؒ کے فکری مناقشے اس پر شاہد عدل ہیں۔

خیر القرون کے بعد جب بہ وجوہ تقلید شخصی کو فروغ ہوا اور بابِ اجتہاد کو مقفل کر کے اس کی کنجی کسی اندھے کنویں میں پھینک دی گئی تو بھی محدثین کے طائفۂ منصورہ نے منصوص مسائل میں اتباعِ سنت کی دعوت اور پیش آمدہ جدید معاملات میں اجتہاد و استنباط کے سلسلے کو جاری رکھا؛ چناں چہ تقلید و جمود کے مقابلے میں تجدید و اجتہاد کا عمل پورے تسلسل کے ساتھ جاری رہا جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ اربابِ تقلید نے اجتہاد و استدلال کے اس سلسلے کو بڑا ناپسند کیا اور داعیان کتاب و سنت کے خلاف زبانی و تحریری فتوے صادر کرنے کے ساتھ ساتھ اہل اقتدار کو برانگیختہ کر کے انھیں قید و بند اور تشدد کی صعوبتوں سے دوچار کرنے کا بھی بھرپور اہتمام کیا جیسا کہ مکتب اہل الحدیث کے ایک نمایاں ترجمان اور مجدد امام ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) کے ساتھ ان کا سلوک تاریخ کے دفاتر کا حصہ ہے۔ کتاب و سنت کی بے آمیز دعوت اور صحابہ و سلف صالحین کے طریق و منہاج کی پیروی کے پرچار کے سوا آخر ان کا جرم کیا تھا؟!

اہل الحدیث کے خلاف اہل تقلید کی چیرہ دستیوں کی داستان بڑی الم ناک بھی ہے اور بڑی طویل بھی جسے دہرانا یہاں منظور نہیں؛ اس لیے بات کو مختصر کرتے ہوئے یہاں برصغیر پاک و ہند میں اس تاریخی فکری کش مکش کی جانب سرسری اشارا کیا جاتا ہے۔ مورخین کے بیانات سے یہ حقیقت مسلم ہو چکی ہے کہ ارضِ ہند میں اسلام کی آمد کے ساتھ ہی یہاں اہل الحدیث کا مذہب رائج ہوا اور اس سرزمین کے اکثر باشندے اسی مسلک پر کاربند رہے۔ بعد ازاں مختلف سیاسی اور سماجی عوامل کی کارفرمائی سے یہاں تقلیدی فکر کا رواج ہوا اور سرکاری

سر پرستی کی وجہ سے حنفی مذہب کا غلبہ ہو گیا لیکن وقتاً فوقتاً اصلاح و تجدید کی صدائیں بلند ہوتی رہیں جن سے تقلید کے بجائے اتباعِ سنت کے جذبات فروغ پاتے اور متعصبانہ رویوں کی بیخ کنی ہوتی۔ ان مصلحین میں سب سے نمایاں کارنامے حجۃ الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۷۶۲ء) نے سر انجام دیے جن کے مساعی جمیلہ سے تقلیدی جمود ٹوٹا اور کتاب و سنت سے راست استفادے کا ذوق پروان چڑھا۔ امام شاہ ولی اللہ کی ان غیر معمولی علمی و اصلاحی کاوشوں کا شان دار تذکرہ محدث اسماعیل سلفیؒ کی کتابِ مستطاب تحریک آزادیِ فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی میں ملے گا۔ شاہ صاحب کا اسلوبِ فکر مقلدانہ نہیں بل کہ مجتہدانہ تھا؛ چناں چہ وہ حنفی خانوادے سے تعلق رکھنے کے باوجود تقلید کے اس جامد تصور کے مخالف تھے جو اس زمانے میں رائج تھا۔ انھوں نے تقلید کے مسئلے پر بڑی تفصیل اور وضاحت سے لکھا ہے اور اس کی علمی تنقیح کی ہے۔ خود اپنی وصیت میں انھوں نے طریق محدثین کی پیروی کی تلقین کی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی اس تحریک کو ان کے پوتے مجدد شاہ اسماعیل شہیدؒ (م ۱۸۳۱ء) نے اوجِ کمال تک پہنچایا اور سنت پر علانیہ عمل کو فروغ دیا جس سے تحریک عمل بالحدیث کو بڑی تقویت ملی۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے خاندان ہی سے یہ فکر امام سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ (م ۱۹۰۲ء) کو منتقل ہوئی جنھیں حجاز جاتے ہوئے شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ (م ۱۸۴۵ء) نے اپنی مسند کا وارث بنایا۔ سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ کے تلامذہ اور متوسلین کی علمی اور دعوتی کاوشوں سے اجتہاد اور عمل بالحدیث کی اس تحریک کو بے پناہ عروج نصیب ہوا جس کے اثرات آج تک نمایاں ہیں۔ اس سے جامد روایت پرستی پر ضرب لگی اور فقہی جمود ٹوٹا؛ اتباعِ سنت کا جذبہ اور ولولہ پیدا ہوا؛ اور دلیل و برہان سے استناد و استدلال کو فروغ حاصل ہوا۔

اصحابِ تقلید کی جانب سے اس تحریک کی مخالفت بڑی شد و مد سے کی گئی۔ فتوے بازی کا بازار گرم ہوا اور حرمین شریفین کی سرزمین تک ان کی گونج سنائی دی۔ عاملین بالحدیث کو بد مذہب قرار دے کر انھیں مساجد میں سنت کے مطابق نماز پڑھنے سے روکنے کے لیے فتاویٰ صادر کیے گئے۔ موقع ملا تو مار دھاڑ اور جبر و تشدد سے بھی گریز نہ کیا گیا۔

علمی اعتبار سے اگرچہ قدیم اہل الرائے کا موقف بھی کم زور ہی تھا تاہم متاخرین مقلدین نے کوشش کی کہ تحریک عمل بالحدیث کا زور توڑنے کے لیے علمی استدلال بہ روے کار لایا جائے؛ چناں چہ اس ضمن میں دو باتیں بڑے زور و شور سے کی گئیں:

ایک یہ کہ اہل الحدث کا لقب صرف ان لوگوں کے لیے زیبا ہے جو حدیث کی نقل و روایت میں مشغول

رہے اور انھی کو محدثین کہا جاتا ہے۔ آج کے لوگ چوں کہ نقل و روایت نہیں کرتے، اس لیے یہ اس لقب کے مستحق نہیں ہیں۔

دوسری بات اگلوں سے لی گئی کہ محدثین کا کام صرف احادیث کے الفاظ و اسناد کی روایت تک محدود تھا؛ ان کے معنی و مفہوم کی توضیح اور ان سے استنباط و استدلال کی ان میں صلاحیت تھی، نہ انھوں نے یہ کام کیا؛ اخذ و استنباط کا یہ عمل فقہانے سر انجام دیا اور اصلی فقہا وہی تھے جنھیں اہل الرائے کا نام دیا گیا۔

یہ دونوں باتیں بالکل بودی ہیں کیوں کہ اہل الحدیث کے اطلاق کو صرف روایت کنندگان تک محدود کرنا درست نہیں ہے بل کہ ہر وہ شخص جو حدیث و آثار کو اعتقاد و عمل کی اساس سمجھتا اور انھیں ہر طرح کی رائے، ذوق اور وجدان پر فوقیت دیتا ہے، اہل الحدیث میں شامل ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے:

> ونحن لا نعني بأهل الحديث المقتصرين على سماعه أو كتابته أو روايته بل نعني بهم: كل من كان أحق بحفظه ومعرفته وفهمه ظاهراً وباطناً واتباعه باطناً وظاهراً وكذلك أهل القرآن؛ وأدنى خصلة في هؤلاء محبة القرآن والحديث، والبحث عنهما وعن معانيهما والعمل بما علموه من موجبهما[1].

> ”ہم اہل الحدیث سے محض وہی لوگ مراد نہیں لیتے جو اس کے سماع، کتابت اور روایت پر اکتفا کرتے ہوں بل کہ ہماری نگاہ میں اس کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے جو ظاہری اور باطنی اعتبار سے حدیث کے حفظ و معرفت اور فہم کا اہتمام کرتا اور ظاہر و باطن سے اس کا اتباع کرتا ہے۔ اہل القرآن کے لقب کا بھی یہی معنیٰ ہے۔ ان لوگوں کی کم از کم صفت یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن و حدیث سے محبت رکھتے اور ان کی تلاش و جستجو میں رہتے ہیں۔ پھر ان کے معنی و مقصود کی طلب و لگن میں لگے رہتے ہیں اور جب علم ہو جائے تو اس کے مطابق عمل کی کوشش کرتے ہیں۔“

جہاں تک دوسرا دعویٰ ہے کہ حدیث کے معانی اور مفاہیم کی گرہ کشائی محدثین کا وظیفہ نہیں اور یہ صلاحیت صرف فقہاہی کو ودیعت ہوئی ہے تو یہ چند در چند مغالطوں کا مجموعہ ہے:

ایک یہ کہ فقہا کا عنوان صرف ان لوگوں کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے جو محدثین کی صفوں میں نہ تھے بل کہ صرف ایک مخصوص مکتبِ خیال سے وابستہ تھے؛ حالاں کہ یہ خلافِ واقعہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ

---

۱ مجموع الفتاوی: ۴/ ۹۵

محدثین میں جہاں محض نقل وروایت کے ماہرین تھے، وہیں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہ تھی جو اسناد ورجال سے روایت کے ساتھ ساتھ الفاظ ومتون کی گہرائیوں میں اتر کر ان کے مطالب تک رسائی پاتے اور ان سے مسائل و نکات اخذ کرتے تھے؛ چناں چہ مالک وشافعی ہوں یا احمد بن حنبل اور محمد بن اسماعیل بخاری، یہ نہ صرف اپنے زمانے کے محدثین کے امام تھے بل کہ فقہ و اجتہاد میں بھی سیادت اور پیشوائی کا منصب رکھتے تھے۔ ان حضرات کی کتابیں احادیث وآثار اور فقہی استدلال واستنباط کا حسین امتزاج ہیں، جب کہ دوسرے مدرسۂ فکر کے یہاں نصوص کی قلت نمایاں تھی جیسا کہ ابتدا میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔

یہاں ایک اور اہم حقیقت کا بیان بھی مناسب رہے گا اور وہ یہ کہ فقہ واجتہاد کے اصول وضوابط کو سب سے پہلے مدون کرنے کا سہرا بھی اہل الحدیث کے سر ہے کہ اسلامی تاریخ میں اصول فقہ کی سب سے پہلی کتاب کا اعزاز امام شافعیؒ کے الرسالہ کو حاصل ہے۔ اس کا اعتراف چند ایک متعصب احناف کے سوا سبھی نے کیا؛ چناں چہ مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم (م ۱۹۵۶ء) نے اپنے رسالے تدوین فقہ واصول فقہ میں ان لوگوں کی تردید کی ہے جو اصول فقہ کی اولین تدوین کو حنفی ائمہ کا کارنامہ بتلاتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا ہے کہ بالاتفاق تمام مورخین اور علما اپنی کتابوں میں لکھتے چلے آرہے ہیں کہ فن اصول فقہ میں سب سے پہلی کتاب امام شافعی کا الرسالہ ہے۔ اس کے بعد شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا ایک اقتباس نقل کر کے لکھتے ہیں:

”جس سے صرف یہی معلوم نہیں ہوا کہ اصول فقہ کی تدوین کا کام سب سے پہلے امام شافعیؒ نے انجام دیا بل کہ یہ کہ امام شافعیؒ کی اس کتاب سے پہلے اس فن کے قواعد سرے سے منضبط ہی نہ تھے[1]۔“

اسی طرح شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب جون پوریؒ (م ۲۰۱۷ء) فرماتے ہیں:

”اصول کے تو امام شافعی موجد ہیں اور اس میں سب کے امام ہیں۔ حنفیہ زیادتی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قاضی ابویوسف نے سب سے پہلے اصول میں لکھا۔ وہ چند سطریں ہوں گی مگر امام شافعی کی پوری کتاب ہے، الرسالة؛ جو اصول فقہ اور اصول حدیث کی بنیاد اور سب سے پہلی کتاب ہے[2]۔“

اصول فقہ کا اہم ترین مقصود ہی الفاظ ومتون کی دلالتوں کو سمجھنا اور منشاے کلام تک رسائی پانا ہے۔ جب

---

۱ تدوین فقہ واصول فقہ: ۸۳-۸۴

۲ بہ حوالہ: مجالسِ محدث العصر، مرتبہ: مولانا فیصل احمد ندوی

یہ مبحث حسن البیان میں بھی آیا ہے اور محدث رحیم آبادیؒ نے بعض دیگر اہل علم کے حوالوں سے تدوین اصولِ فقہ کے باب میں امام شافعیؒ اولیت کا اثبات کیا ہے۔

اس فن کے بانی ہی اہل الحدیث ہیں تو انھیں احادیث کے معانی اور مطالب سے ناآشنا قرار دینا کیوں کر قرین انصاف ہو سکتا ہے؟! یہ الزام صرف تعصب اور تنگ نظری کا شاخسانہ ہے؛ اس میں صداقت کا عنصر نہ ہونے کے برابر ہے۔

برصغیر میں تحریک عمل بالحدیث کی مقبولیت کو دیکھ کر یہاں کے مقلدین اہل الرائے میں یہ احساس بھی بڑی شدت سے پیدا ہوا کہ ان کے یہاں حدیث واثر کے مجموعوں کی بھی قلت ہے اور احادیث وسنن کے دفاتر تو درحقیقت مخالفین کے مدون کردہ ہیں اور اس لیے ان کے مذہب کو تقویت پہنچاتے ہیں؛ حالاں کہ ان احادیث کی جمع وتدوین سے کسی خاص رائے کو تقویت پہنچانا یا اس کی برتری ثابت کرنا ہرگز محدثین کا مقصود نہ تھا؛ وہ تو حدیث وسنت کو ہر رائے اور اجتہاد پر حکم سمجھتے تھے اور ثابت شدہ احادیث کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کو تقاضاے ایمان گردانتے تھے۔ بہ ہر حال یہاں نئے سرے سے حدیث کے مجموعے مرتب کیے گئے اور انھیں داخل نصاب کیا گیا تاکہ اپنے خاص فقہی مسلک کی ترجیح ثابت کی جا سکے؛ اگرچہ اس کے مطلوبہ اثرات بھی کم ہی مرتب ہو سکے اور ائمۂ محدثین کے مقابل ایسی کاوشوں کو پذیرائی نصیب نہ ہوئی۔

عاملین بالحدیث کی جانب سے کتاب وسنت کی دعوت کے لیے تعلیم وتدریس، تصنیف وتالیف اور وعظ وتبلیغ سمیت تمام وسائل کام میں لائے گئے۔ اس طرح ہزاروں علما تیار ہوئے اور بڑی مقدار میں علمی اور دعوتی لٹریچر شایع کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ اربابِ تقلید کی تنقیدوں اور نکتہ چینیوں کا علمی اور مسکت جواب بھی دیا گیا۔ زیرِ نظر کتاب حسن البیان فی مافی سیرۃ النعمان بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی جس کا مختصر پس منظر ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

تحریک عمل بالحدیث کی مخالفت میں بہت سے حضرات نے حصہ لیا اور تقلیدی فکر کے غلبے کے لیے ہر طرح سے کوشش کی۔ انھی افراد میں ایک علامہ شبلی نعمانیؒ (م ۱۹۱۴ء) بھی تھے جو اوائلِ عمر میں بڑی پختگی کے ساتھ حنفیت اور تقلید کے دامن سے وابستہ تھے۔ اسی زمانے میں امام اعظم کے اسم گرامی نعمان بن ثابتؒ کی نسبت سے نعمانی کا لاحقہ لگایا اور مختلف امتیازی مسائل پر مناظرانہ رنگ میں متعدد رسالے لکھے۔ تحریر ونگارش کے ساتھ ساتھ وہ دُوبدو مناظروں کے لیے بھی مستعد رہتے اور جہاں کسی عامل بالحدیث کا پتا چلتا، اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اس سے مجادلے کے لیے چل پڑتے۔ عربیت اور فنون آلیہ میں پوری دست گاہ رکھتے تھے؛ ذہانت بھی وافر عطا ہوئی تھی؛ چناں چہ علی گڑھ کالج میں گئے اور سرسید کی تحریک میں شامل ہوئے تو عام فقہی مسائل سے ہٹ کر تاریخ وسوانح کو اپنا میدان بنایا۔ اسی سلسلے میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے احوالِ زیست اور علمی کارناموں

پر ''سیرۃ النعمان'' کے عنوان سے کتاب لکھی۔ اس میں جہاں طریق نگارش کی لطافتیں قلب و ذہن کو تسکین پہنچاتی ہیں اور امام اعظم کی حیات و خدمات سے شناسائی ہوتی ہے، وہیں یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ بہت سے معاملات میں علمی استدلال کی پاس داری نہیں ہو سکی اور عقیدت یا تعصب کے جذبات غالب آ گئے ہیں۔ مصنف نے اپنے ممدوح کی عظمت کے اثبات کی خاطر مکتبِ محدثین پر نقد واعتراض کی راہ اپنائی حالاں کہ اس کی چنداں ضرورت نہ تھی۔

علی گڑھ تحریک کے بانی سر سید مرحوم نیچریت کے علم بردار تھے جو عقلیت پسندی کی زائیدہ تھی۔ شبلی اگرچہ اس نیچریت کے قائل نہ تھے تاہم ان پر عقلیت پسندانہ منہاج فکر کے اثرات ضرور مرتب ہوئے؛ ''سیرۃ النعمان'' میں محدثین اور علم حدیث پر ان کے تنقیدی ریمارکس سے یہ حقیقت بالکل واضح طور سے سامنے آتی ہے۔

یہ کتاب چھپ کر آئی تو مدرسۂ حدیث واثر کی جانب سے ''حسن البیان فی مافی سیرۃ النعمان'' کے عنوان سے اس کے بعض مندرجات پر نقد سامنے آیا جو محدث عبدالعزیز رحیم آبادیؒ (م ۱۹۱۸ء) کی جنبشِ قلم کا نتیجہ تھا۔ مصنفِ علام، شیخ الکل فی الکل سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ کے نمایاں تلامذہ میں تھے۔ ان کی ذاتِ والا صفات متنوع خوبیوں اور گوناگوں صلاحیتوں کا مرقع تھی۔ مبداے فیض کی کرم گستری سے انھیں علم و عمل کی فراوانیاں میسر تھیں۔ قدرت کا عام دستور یہ ہے کہ ایک شخص علم وفن کے کسی ایک میدان یا زندگی کے کسی ایک ہی گوشے میں مہارت و اختصاص کا حامل ہوتا ہے اور دوسرے شعبوں سے اسے کچھ خاص واقفیت نہیں ہوتی؛ اگر وہ تعلیم و تدریس میں یکتا ہے تو ضروری نہیں کہ وہ تصنیف و تالیف کے ذوق سے بھی بہرہ مند ہو؛ اسی طرح اگر وہ مبلغ اور خطیب ہے تو اس کا امکان بہت ہی کم ہے کہ وہ تحقیق و تدقیق میں بھی دست رس رکھتا ہو؛ اگر کسی کو تربیت اور تلقین کا ملکہ حاصل ہے تو یہ مشکل ہے کہ وہ جہادی کش مکش میں بھی شریک ہو سکے؛ ایسے ہی علم وارشاد کا مسند نشیں شاید ہی کبھی جماعتی اور تنظیمی معاملات میں سرگرم کردار ادا کر سکے۔ لیکن ہمیں اس وقت حیرت واستعجاب سے دوچار ہونا پڑتا ہے، جب ہم مصنف علام کے حالاتِ زندگانی پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں اور ہمیں پتا چلتا ہے کہ وہ نہ صرف ایک بلند پایہ قلم کار تھے بل کہ درسیات اور علوم کتاب وسنت کے ایک ماہر اور کام یاب معلم بھی تھے؛ اسی طرح وعظ وارشاد میں بھی ان کا اپنا ایک خاص اسلوب تھا اور ان کے موثر خطابات سے عالم اور عامی سبھی ایمان و عمل کی تازگی پاتے تھے۔ انھیں فن مناظرہ میں بھی مہارت حاصل تھی اور وہ دلیل وبرہان اور حاضر جوابی سے مخالف کے موقف کی کم زوری واضح کر دیا کرتے تھے۔ اس

کے ساتھ ساتھ وہ تنظیمی اور تحریکی مزاج بھی رکھتے تھے؛ وہ اپنے زمانے کی جہادی تحریک کی بھرپور تائید و حمایت کرتے اور انھیں مالی معاونت فراہم کیا کرتے تھے۔ وہ برصغیر کے عاملین بالحدیث کو منظم کرنے کے لیے بھی سرگرمِ کار رہتے اور اس مقصد کے لیے طویل سفر کیا کرتے تھے۔

''حسن البیان'' مصنف علام کے رشحاتِ فکر کا اظہاریہ ہے۔ اس میں علامہ شبلی نعمانیؒ کے بعض دعاوی کا ناقدانہ جائزہ لیا گیا ہے جن میں طائفۂ محدثین پر وہی الزامات ایک جدید اسلوب میں لگائے گئے ہیں جن کا اجمالی تذکرہ اوپر کیا جاچکا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بعض باتیں ایسی آگئی ہیں جن کا علمی تجزیہ اس زیر نظر کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔ ان مسائل میں ایمان میں کمی بیشی کا مسئلہ، فقہِ اہل حدیث اور فقہ اہل الرائے، محدثین کی قوتِ فقہ واستنباط، اصول درایت اور خبر واحد سے زیادت علی الکتاب کی بحث خصوصاً لائق تذکرہ ہیں۔

محدث عبد العزیز رحیم آبادیؒ نے محکم دلائل سے ثابت کیا ہے کہ شبلی نعمانیؒ کا نقطۂ نظر ان مباحث میں قرین صحت نہیں ہے بل کہ راہِ صواب سے ہٹا ہوا ہے۔ ہمارے خیال میں اکثر مسائل تو وہ ہیں جو قدیم زمانے سے اہل الحدیث اور اہل الرائے یا اربابِ تقلید میں مختلف فیہ چلے آرہے ہیں تاہم درایت کا مسئلہ ایسا ہے جسے شبلی نعمانی نے برصغیر میں اجاگر کیا اور اس کے بڑے دُور رس اثرات مرتب ہوئے۔ خود انھوں نے اپنی آخری (ناتمام) تصنیف ''سیرۃ النبیﷺ'' میں بھی ان کا اطلاق و انطباق کرنے کی کوشش کی جن پر نہ صرف یہ کہ مکتبِ محدثین نے نقد کیا بل کہ احناف کے روایتی حلقوں کی طرف سے بھی ان کی تردید کی گئی۔ اس ضمن میں مولانا عبد الرؤف داناپوریؒ کی ''اصح السیر'' اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی ''سیرۃ المصطفیٰ'' کو دیکھا جاسکتا ہے۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ محدثین صرف روایت کرنا جانتے تھے اور درایت سے انھیں سروکار نہ تھا؛ درایت کے اصول امام ابو حنیفہؒ نے قائم کیے۔

یہ تاثر قطعاً نادرست ہے کیوں کہ فن حدیث کی کتب میں اس کا ذکر موجود ہے اور محدثین نے اس کو عملاً برتا ہے۔ امام صاحب سے ایسے کوئی اصول مروی نہیں ہیں، البتہ متاخرین کی موشگافیوں کا نتیجہ ہوسکتے ہیں۔ پھر اس بحث میں اصل نکتہ درایت کے معنی ومفہوم کی تعیین کا ہے۔ ماہرین فن کے یہاں درایت کا مفہوم یہ ہے کہ حدیث کے سند ومتن کے احوال سے واقفیت حاصل کی جائے۔ علامہ ابن الاکفانیؒ نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ علم حدیث میں درایت سے مقصود وہ علم ہے جس سے روایت کی حقیقت، اس کے شرائط، انواع، احکام، راویوں کے احوال وشروط، مرویات کے اصناف اور ان سے متعلقہ امور کی پہچان ہوتی ہے:

وعلم الحديث الخاص بالدراية علم يعرف منه حقيقة الرواية وشروطها،

وأنواعها، وأحكامها، وحال الرواة وشروطهم وأصناف المرويات وما يتعلق بها[1].

علامہ عزالدین ابن جماعہؒ (م ۷۶۷ھ) کے بہ قول علم درایتِ حدیث سے ان قوانین کا علم مراد ہے جن سے سند و متن کے احوال کی معرفت حاصل ہوتی ہے:

علم الحديث علم بقوانين يعرف بها أحوال السند والمتن[2].

حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) اور علامہ طاہر الجزائریؒ (م ۱۹۲۰ء) سے بھی اسی مفہوم کی تعریفیں منقول ہیں۔ طاش کبریٰ زادہ (م ۹۶۸ھ) نے اس علم کو متن حدیث کے ساتھ خاص کیا ہے؛ ان کا کہنا ہے کہ علم درایت حدیث الفاظ حدیث سے سمجھے گئے معنی و مفہوم سے بحث کرتا ہے جس کی بنیاد قواعدِ عربیت، ضوابطِ شریعت اور نبی کریم ﷺ کے احوال سے مطابقت پر استوار پذیر ہے:

وإلى العلم بدراية الحديث، وهو علم باحث عن المعنى المفهوم من ألفاظ الحديث، وعن المراد منها مبنياً على قواعد العربية، وضوابط الشريعة، ومطابقاً لأحوال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم[3].

اسی تعریف کو لفظ بہ لفظ حاجی خلیفہ (م ۱۰۶۸ھ) نے اپنی کتاب کشف الظنون میں نقل کیا ہے۔ محدث محمد عبد الرحمان مبارک پوریؒ نے بھی یہ تعریفیں تحفة الأحوذی کے مقدمے میں درج کی ہیں۔ غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ محدثین نے ان تمام امور کا خیال رکھا ہے اور احادیث کے اسناد و متون کی پوری پوری تحقیق کے ساتھ ساتھ ان کے فہم و استنباط پر بھی کامل توجہ دی ہے۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے اس کے بجائے ایک نئی تعریف وضع کی جس میں طبیعت، انسانی اقتضا اور عقلی قرائن کی روشنی میں روایات کو پرکھنے پر زور دیا۔ صاحبِ "حسن البیان" نے اس مبحث کو تفصیل سے بیان کیا ہے جس سے علامہ شبلی کا مقدمہ پورے طور سے ختم ہو جاتا ہے۔ انھوں نے درایت کے تمام اصولوں پر الگ الگ بحث کر کے ان کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا ہے۔

شبلی مرحوم کا درایت پر زور دینا ایک تو علی گڑھ کی نیچریت کے اثرات کا نتیجہ ہو سکتا ہے جس کی طرف

---

۱ ارشاد القاصد بحواله تحفة الاحوذی

۲ قواعد التحدیث للقاسمی: ۷۵

۳ مفتاح السعادۃ

محدث رحیم آبادیؒ نے اشارہ کیا ہے مگر اس کا ایک اور سبب بھی ہے اور وہ یہ کہ حدیث و سنت کی تحقیق شبلی کا اصلی میدان نہ تھا؛ ان کی توجہات اور قلمی فتوحات کی خاص جولان گاہ تاریخ و سیر کے موضوعات تھے۔ یہ حقیقت بھی معلوم ہے کہ تاریخی روایات میں اصل مدار اسناد اور راویوں کے بجائے واقعات کی شہرت پر ہے؛ چناں چہ اکثر تاریخی روایات منقطع ہوتی ہیں اور ان کے راوی مجہول یا مجروح ہوتے ہیں۔ تاریخی وقائع کے بیان میں اس کمی کو ظن و تخمین اور عقلی توجیہات سے پورا کیا جاتا ہے۔ علامہ شبلی نے درحقیقت اپنے اس مؤرخانہ انتقادی شعور کو حدیثی انتقاد میں برتنے کی سعی کی ہے۔ اس کے لیے انھیں امام اعظم سے کچھ اشارات ملے کہ انھیں بھی احادیث و آثار کی قلت کے سبب سے قیاس اور استخراج سے کام لینا پڑا تھا۔ شبلی نے یہ سمجھا کہ ایسا شاید مخصوص درایتی اصولوں کی بنا پر تھا؛ یوں انھوں نے اپنے زورِ قلم اور پروازِ تخیل سے اس خاکے میں رنگ بھرنے کی کوشش کی اور نظریہ سازی کر کے اس کو علم حدیث و سیرت پر منطبق کرنے کا راستا اپنایا۔ واقعاتِ سیرت میں اگرچہ اس کی کچھ گنجایش نکل سکتی تھی مگر علم حدیث کو اس درایتی کسوٹی پر جانچنا بڑا خطرناک کام تھا جس سے یہ راستا کھل جاتا کہ ہر ناقد اپنی طبع کے تقاضوں اور عقلی نکتہ طرازیوں کی بنا پر روایات و آثار کو نقد و جرح کی سان پر چڑھا دیتا جیسا کہ بعد ازاں ہوا بھی اور بعض اہل فکر نے اسی درایت کی بنا پر صحیح احادیث کا انکار کر دیا۔ اب تو دبستانِ شبلی کے عنوان سے انکار و استخفافِ حدیث کی منظم مہم جاری ہے!

"حسن البیان" برصغیر پاک و ہند میں تحریک عمل بالحدیث کی اہم علمی اور تاریخی دستاویز ہے جس کے مطالعے سے ان تمام مباحث سے آگہی حاصل ہوتی ہے جو اہل الحدیث اور اہل تقلید میں اہم اختلافی مسائل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ کتاب آج سے لگ بھگ ایک سو بتیس برس پہلے (۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۳ء) شایع ہوئی؛ بعد ازاں اس کے مزید دو اڈیشن بھی اشاعت پذیر ہوئے لیکن وہ اس کے شایان شان نہ تھے۔ اب محسن ملت جناب ڈاکٹر بہاء الدین کی توجہ اور کاوش سے اس کا نقش جدید طبع ہوا ہے جو معنوی اور ظاہری محاسن سے مالا مال ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے کتاب کے موضوع کی مناسبت سے اس میں بہت سے قیمتی اضافے بھی کر دیے ہیں جن میں مناظرۂ مرشد آباد بنگال کی روداد اور پریوی کاؤنسل لندن کا فیصلہ خاصے کی چیز ہیں۔

مناظرے کا موضوع تقلید شخصی تھا جس میں حنفی مناظرین کا دعویٰ تھا کہ تقلید شخصی شرعاً واجب و لازم ہے؛ عاملین بالحدیث کے موقف کی نمایندگی محدث عبد العزیز رحیم آبادیؒ نے کی اور ثابت کیا کہ حنفیہ کا دعویٰ دلائل سے خالی ہے اور کتاب و سنت کی کوئی نص تقلید شخصی کے وجوب پر موجود نہیں ہے۔ مناظرے کی تفصیلات بڑی دل چسپ اور علمی نکات کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہیں۔

پریوی کاؤنسل لندن کا فیصلہ بھی تاریخی حیثیت رکھتا ہے کہ احناف زور زبردستی سے اہل حدیث امام اور نمازیوں کو مسجد سے بے دخل کرنا چاہتے اور انھیں وہاں نماز پڑھنے سے روکتے تھے۔ یہ قضیہ عدالت میں پہنچا جس کی پیروی کے لیے محدث رحیم آبادی کے والد گرامی شیخ احمد اللہ رحیم آبادی مرحوم نے بھرپور کاوشیں کیں اور اُس زمانے میں پندرہ ہزار روپے خرچ کیے جو بڑی خطیر رقم ہے۔ فیصلہ عاملین بالحدیث کے حق میں ہوا اور مسجد کے دروازے ان کے لیے کھل گئے۔ اپنی موجودہ صورت میں یہ کتاب نہ صرف علمی مباحث کا نادر خزینہ ہے بل کہ ان تاریخی شہادتوں کا معتبر وثیقہ بھی ہے جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ عاملین بالحدیث کو اپنے جماعتی وجود اور فکری شناخت کی بقا کے لیے کن مشکل گھاٹیوں سے گزرنا پڑا ہے۔

محترم ومکرم ڈاکٹر بہاء الدین کی علمی اور دینی خدمات کا دائرہ بے حد وسیع ہے اور گذشتہ نصف صدی پر محیط ہے۔ انھوں نے بلا مبالغہ ہزاروں صفحات شایع کیے ہیں جن میں ''تحریک ختم نبوت'' کی ۷۵ جلدیں (۷۱ مطبوع) اور ''تاریخ اہل حدیث'' کی سولہ مجلدات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ وہ دیارِ فرنگ میں بیٹھ کر بے سر وسامانی کے عالم اور پیرانہ سالی کی حالت میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دے رہے ہیں، وہ ناقابل یقین ہیں۔ مختلف ممالک کے اہل علم سے رابطے کر کے لوازمے کی جمع آوری، اس کی ترتیب وتدوین، اس کی مشینی کتابت اور اس کی حروف چینی کے جملہ مراحل تن تنہا طے کرتے ہوئے وہ اس کو طباعت کے لیے بھیجتے ہیں اور کتاب کی اشاعت کے بعد وہ اسے مختلف اہل علم وفکر تک پہنچانے کے لیے بھی خود ہدایات دیتے اور اس سارے عمل کی نگرانی اور سرپرستی کرتے ہیں۔ اب سوچیے بھلا یہ سارے کام ایک بوڑھا آدمی کر سکتا ہے جو مختلف عوارض اور امراض میں بھی گھرا ہو؟ عقل اس کا جواب نفی میں دے گی لیکن ایمان ویقین کی قوتیں ایسی مشکلات کو شکست دے کر ناممکن کو ممکن کر دکھاتی ہیں۔ یہ ان کے غیر معمولی عزم اور توکل علی اللہ ہی کے ثمرات ہیں کہ پروردگار ان سے یہ عظیم الشان خدمت لے رہا ہے کہ وہ جماعت اہل حدیث کی علمی اور نظریاتی سرحدوں کو مضبوط کر رہے ہیں۔ جماعتوں اور اداروں کے کرنے کے کام اکیلے محترم ڈاکٹر صاحب کر رہے ہیں۔ کاش ہم ان کے لیے ایک علمی اور تکنیکی ٹیم تشکیل دے پاتے جو ان کی نگرانی میں کام کرتی اور ڈاکٹر صاحب صرف علمی وفکری رہ نمائی کا فریضہ سرانجام دیتے لیکن: اے بسا آرزو کہ خاک شدہ!

دعا ہے کہ پروردگار محترم ڈاکٹر بہاء الدین کو ہمیشہ صحت وعافیت سے رکھے اور ان کی زندگی میں برکت دے کہ وہ ہمارے تاریخی دفاتر کو گم نامی کے پردوں سے نکال کر منصۂ شہود پر لاتے رہیں؛ آمین۔

سوانح

محدث عبد الوکیل ہاشمی کا سانحۂ ارتحال

ڈاکٹر حافظ ابو عمرو

۲۲ صفر المظفر ۱۴۴۷ھ بہ مطابق ۲۵ اگست ۲۰۲۵ء کو مکہ مکرمہ کے کنگ عبد اللہ میڈیکل کمپلیکس میں برصغیر کے نام ور فرزندِ علم شیخ الحدیث علامہ عبد الوکیل بن عبد الحق ہاشمیؒ اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ قریب نو دہائیوں پر پھیلی زندگی کا ہر ورق علم، عبادت اور خدمتِ دین سے لبریز تھا۔ اگلی صبح مسجدِ حرام میں فجر کے بعد ان کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ ان کے جانے سے علمی دنیا ایک گراں قدر سرمایے سے محروم ہو گئی ہے اور ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پُر ہونا قریب قریب ناممکن لگتا ہے۔

علامہ عبد الوکیل ہاشمیؒ کی ولادت ۱۹۳۸ء میں احمد پور شرقیہ، ضلع بہاول پور میں ہوئی جو اُس وقت ریاستِ بہاول پور کا حصہ تھا۔ ان کا تعلق ایک ایسے خانوادے سے تھا جس کی رگ رگ میں علمِ حدیث رچا بسا تھا۔ ان کے والدِ گرامی شیخ عبد الحق محدث ہاشمیؒ اور دادا شیخ عبد الواحد ہاشمیؒ، دونوں شیخ الکل میاں سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ کے تلامذہ میں شامل تھے۔ اس نسبت نے ان کے خاندان کو بہ راہِ راست اس عظیم دہلوی مدرسۂ فکر سے وابستہ کر دیا تھا جس نے برصغیر میں علمِ حدیث کی تجدید کی۔ شیخ عبد الحق محدث ہاشمیؒ صحیح بخاری کے حافظ تھے؛ اسے تیس حصوں میں تقسیم کر کے ہر روز ایک حصہ پڑھتے اور ہر ماہ ختم کرتے؛ یہی ذوق و شغف بیٹے کے دل میں بھی پیوست ہو گیا۔ احمد پور شرقیہ میں ان کی ابتدائی تعلیم کی بنیاد رکھی گئی جہاں انھوں نے اپنے جدِ محترم سے قرآن کریم کا درس لیا۔ جب شیخ عبد الحق ہاشمیؒ کی علمی شہرت حجازِ مقدس تک پہنچی تو سعودی سلطان کی دعوت پر وہ مکہ مکرمہ منتقل ہو گئے۔ علامہ عبد الوکیلؒ بھی اپنے والد کے ساتھ ہجرت کر کے حجازِ مقدس میں جا بسے۔ مکہ کی مقدس فضا میں والد کی قربت اور فیضِ صحبت نے ان کے علمی و روحانی تشخص کی تعمیر کی اور وہ اپنے والد ہی کی طرح حدیثِ رسول ﷺ کے عاشق و خادم بن گئے۔

علامہ عبد الوکیل ہاشمیؒ کو عرب و عجم کے کبار مشایخ اور جلیل القدر علما سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ انھوں نے اپنے والدِ ماجد شیخ عبد الحق محدث ہاشمیؒ سے بہ راہِ راست صحیح بخاری اور دیگر کتبِ حدیث پڑھیں اور ان کے فیضانِ علم و عمل سے بہرہ ور ہوئے۔ انھیں برصغیر کے عظیم علما سے استفادے کے مواقع بھی میسر آئے جن

میں بالخصوص شیخ عبدالسلام بستویؒ، شیخ عبیداللہ رحمانی مبارک پوریؒ اور شیخ سلطان محمود جلال پوریؒ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ انھوں نے شیخ محمد عبداللہ بڈھی مالوی اور شیخ شمس الحقؒ سے بھی فیض پایا۔ بعد ازاں عالمِ عرب کے اجِلّہ مشائخ سے بھی انھوں نے اکتسابِ علم کیا اور بعض احادیث کی قراءت کر کے اجازت حاصل کی۔ ان میں بالخصوص شیخ تقی الدین الہلالیؒ، شیخ محمد عبدالرزاق حمزہؒ اور شیخ احمد شاکرؒ قابلِ ذکر ہیں۔ اسی طرح مدینہ منورہ میں عصرِ حاضر کے نام ور محدث علامہ ناصر الدین البانیؒ سے اجازتِ حدیث حاصل کی اور ان سے علمی مباحثے بھی کیے۔ اس طرح ان کا علمی سلسلہ برصغیر کے اکابر محدثین سے ہوتا ہوا حجاز و عرب کے جلیل القدر ائمۂ حدیث تک جا پہنچا اور ایک ایسی جامع روایت وجود میں آئی جس میں عرب و عجم کے علوم کی خوشبو یک جا ہو گئی۔

شیخ عبدالوکیل ہاشمیؒ کی زندگی کا سب سے تاب ناک اور روشن باب تدریسِ حدیث تھا۔ مسجدِ حرام کے ستونوں تلے ان کے حلقہ ہائے درس برسوں آباد رہے جہاں علم و اخلاص کی روشنی بکھرتی تھی۔ انھوں نے صحیح بخاری، جامع ترمذی اور موطأ امام مالک کی بارہا تکمیل کی۔ ان کا اندازِ تدریس خطیبانہ شور و غوغا، عقلی موشگافیوں اور فلسفیانہ پیچیدگیوں سے بالکل الگ نہایت دل نشین، سادہ اور باوقار تھا۔ جب حدیث پڑھاتے تو سند کی باریکیاں، متن کے لطائف اور فقہی نکات سب کچھ ایک ساتھ سامنے آجاتا مگر اس سادہ اور رواں اسلوب کے ساتھ کہ مبتدی بھی سمجھ لیتا اور اہلِ فن بھی اپنی علمی پیاس بجھاتے۔

ان کی مجلسِ درس کا رنگ ایسا تھا کہ اس میں صرف علمی نکتے ہی زیرِ بحث نہیں آتے تھے بل کہ ایک ایسی روحانی فضا قائم ہو جاتی تھی جس میں علم، ادب اور احترامِ نبوی ساتھ ساتھ جلوہ گر ہوتے۔ وہ اپنے طلبہ کو خصوصیت کے ساتھ اس پہلو کی طرف متوجہ کرتے کہ علم کا اصل ثمر ادب اور شعورِ مقامِ رسالت ہے۔ جب وہ اپنے والدِ گرامی محدّثِ کبیر شیخ عبدالحق الہاشمیؒ کے طریقِ تدریس کا ذکر کرتے تو بڑے ادب سے بیان فرماتے کہ والد ماجد جب صحیح مسلم کے اس مقام پر پہنچتے جہاں یہ الفاظ آتے ہیں: إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ، تو محض سند پر اکتفا کرتے اور متن کو ترک کر دیتے کہ کوئی شخص ان مقامات کو فتنہ انگیزی کا ہتھیار نہ بنا سکے۔ شیخ اپنے والد مرحوم کی تائید میں قرآنِ مجید کی یہ آیت تلاوت کرتے:

﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا مَعَهُ﴾۔ یہی ان کا اپنا مزاجِ تدریس بھی تھا کہ وہ مشکل اور نازک مقامات پر غیر معمولی احتیاط برتتے۔ وہ علم کو محض معلومات کی ترسیل نہیں سمجھتے تھے بل کہ اسے ایمان، ادب اور محبتِ رسول ﷺ کا ذریعہ بناتے تھے۔

علمی حلقوں میں انھیں "مُسندِ مكة" کا لقب دیا گیا جو علم حدیث میں ان کے مقام رفیع اور صحیح بخاری سے ان کے خصوصی شغف کی روشن دلیل ہے۔ شیخؒ نے صرف مسجدِ حرام ہی کو اپنی تدریسی خدمت کا مرکز نہیں

بنایا بل کہ مختلف ممالک میں بھی حدیث کی شمعیں روشن کیں؛ خصوصاً کویت میں ان کی مجالسِ حدیث متعدد مرتبہ منعقد ہوئیں، جہاں ہزاروں طلبہ ان کے حلقۂ درس میں شریک ہوتے اور حدیثِ رسول ﷺ کے نور سے اپنی روحوں کو منور کرتے۔

تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی شیخ عبد الوکیل ہاشمیؒ نے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ وہ ایک کثیر التصانیف عالم تھے جن کی محنتوں سے اسلامی علوم بالخصوص فنِ حدیث کی ثروت میں اضافہ ہوا۔ ان کی قلمی کاوشوں کا سب سے اہم موضوع صحیح بخاری سے متعلقہ موضوعات تھے۔ اس عظیم کتاب کے رجال، ابواب، اسانید اور متابعات پر انھوں نے ایسے دقیق کام کیے جو بعد کے محققین کے لیے بیش بہا رہنمائی فراہم کرتے رہیں گے۔ صحیح بخاری کے حوالے سے ان کی چند نمایاں تصانیف یہ ہیں: **عناية الباري** (صحیح بخاری میں رواۃ کے ناموں کا تعین اور مقامات کی نشان دہی)، **مفتاح القاري** (صحیح بخاری کے ابواب، رواۃ، متابعات اور معلقات کی جامع فہرست)، **عناية الوهاب** (ان صحابہ اور رواۃ پر تحقیق جن سے بخاری نے روایت کی یا جن کا ذکر کیا۔)، **إنعام الباري** (شیوخِ بخاری کی احادیث کا معجم)، **البحر الزاخر** اور **فتح الواحد** (ان روایات کی وضاحت جو بخاری نے دو مختلف شیوخ کے واسطے سے نقل کیں۔)

صحیح بخاری کے علاوہ دیگر حدیثی اور فقہی موضوعات پر بھی ان کی متعدد کتابیں ہیں جیسے:

مسند القزويني، الحطة، التعداد، أربعين أثرًا للسعادة، البطشة الكبرى في غزوة بدر الكبرى، دعاء المضطرين، يا أهل الفرش لذوا بأسماء ذي العرش، القول الصحيح، بدائع المنن، مختصر عناية الباري اور أقوال المحدثين وجمهور الفقهاء على أن يغسل الزوج زوجته بعد موتها،

جو سب کی سب بیش بہا اور نادر تحقیقی نکات کا گنجینہ ہیں۔

محدث عبد الوکیل ہاشمیؒ علم و تحقیق کے ساتھ ساتھ زہد و عبادت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ قیام اللیل میں ان کا معمول یہ تھا کہ روزانہ پندرہ پارے تلاوت کرتے اور دو راتوں میں پورا قرآن ختم فرما لیتے۔ مسنون اذکار کی پابندی کرتے اور انھیں کبھی ترک نہ فرماتے۔ عمر بھر میں ۷۵ حج اور ہزاروں عمرے ادا کیے جو ان کی غیر معمولی عبادت گزاری اور شوقِ بندگی کا آئینہ دار ہیں۔

شیخ مرحوم نے اپنی علمی خدمات اور دعوتی مساعی کے ذریعے تالیفات و تصنیفات اور ہزاروں شاگردوں کی صورت میں قیمتی ورثہ چھوڑا ہے جو ان کے لیے صدقۂ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے؛ ان کی مغفرت کرے اور بلندیِ درجات سے نوازے؛ آمین۔

الرؤية السلفية للجيش الإسلامي الشامل

ترحّب جامعة لاهور الاسلامية العالمية توقيع المملكة العربية السعودية وجمهورية باكستان الإسلامية على خطة دفاعية استراتيجية التي خطوة مباركة عظيمة، ينبغي أن تكون منطلقًا لتعاون شامل بين جميع دول الإسلام، صيانةً للدين، وحمايةً للديار، وذبًّا عن حياض الأمة.

لقد سبق أن اجتمعت دول الكفر في أوروبا عام ١٩٤٨م على حلفٍ عسكري (الناتو) يذود عن مصالحها، فحريٌّ بنا نحن المسلمين أن نتخذ من مثل هذه الخطوات وسيلةً لجمع الكلمة ورصّ الصفوف. امتثالا لقول النبي صلى الله عليه وسلم: مثل المومنين في توادهم وتراحمهم كمثل الجسد. الخ

ونذكّر بأن هذه الفكرة المباركة قد قدّم إليها قبل أربعة عقود الإمام العلامة عبد العزيز بن باز -رحمه الله- مفتي الديار السعودية عام ١٩٨٩م داعيًا إلى قيام تحالف إسلامي يذود عن قضايا الأمة، ويُعيد لها عزّتها ومكانتها، خصوصا في قضية فلسطين وفي جميع قضايا الأمة الإسلامية عموما ... نصّها:

قول الله تعالى: وأعدّوا لهم ما استطعتم من قوة ... والطريقة العملية لذلك هي: تكوين جيش مشترك قوي موحّد مجهّز بأكمل الأسلحة الممكنة تحت قيادة موحَّدة أمينة مرضية من الجميع تستند إلى مجلس شورى مكوَّن من وزراء الدفاع وأركان الجيش في جميع الدول العربية ومن أحبّ أن ينضم إليها من الدول الإسلامية، ليسير المجلس في جميع شؤونه على قواعد ثابتة وأُسس مدروسة من الجميع، رجاء أن يُحقِّق الغرض المطلوب.

[مجموع فتاوىٰ الشيخ عبد العزيز بن باز:٤/ ٢٩٥]

نسأل الله أن يبارك في هذه الخطوة، وأن يجعلها نواةً لوحدةٍ إسلاميةٍ شاملة، إنه ولي ذلك والقادر عليه.

أ.د. حافظ حمزة مدني (مدير مجلة محدث المحكَمة)

www.kitabosunnat.com magazine.mohaddis.com

CPL No. 49
Vol. 56 No. 5

Monthly MUHADDIS Lahore

35866476
35866396

عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں

لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکارِ انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظرانداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

- قیمت فی شمارہ ۱۰۰ روپے
- زرِسالانہ ۶۰۰ روپے

Designing: AK 0321-4966404